فقہ اسلامی اور مغربی قانون میں "حق" کا تصور

سید غضنفر احمد *

کلیم اللہ بن داؤد خان **

Abstract

"The Concept of Haq in Islamic and Western Law" Haq (the Right) is a widely used word, however, the definition and its nature has been a point of in-depth discussion in the academia discourse. The early Muslim jurists did not engage with defining the term or its philosophical nature in such a depth, because of which the contemporary Muslim scholars have attempted to do so. Since the concept of Haq as philosophically understood by the western scholars and jurists has taken quite a hold, therefore, the academic discourse in the western world has immensely contributed to the technical and philosophical understanding of Haq. In light of which, I felt there is an immense need to present the discussions from the Islamic juristic tradition and to take a comparative study with the western discourse. In this article, I will be presenting the definition(s) of Haq, the understanding of the four major juristic Imams and experts of Usul al-Fiqh (Principles of Islamic Jurisprudence). Then I will mention what the contemporary Muslim scholars and western jurists have penned on the matter, followed by a comparative study of the Islamic law and the Western law in light of the discussion on the definition and nature of Haq (the Right).

Keywords: Western Law, Law of Right, Fiqh Islami.

تعارف:

حق بظاہر ایک واضح، مشہور اور عام فہم لفظ ہے، جس کا ہم علمی مباحثوں اور روزمرہ کے بول چال میں بار بار تذکرہ کرتے ہیں، لیکن یہ لفظ بادیٔ النظر میں جتنا مشہور اور عام محسوس ہوتا ہے علمی اور فنی حوالے سے اس کی تعریف اور اس کی حقیقت و ماہیت متعین کرنے کے بارے میں اتنے ہی پیچیدہ مباحث وجود میں آئے ہیں۔ اہمیت، اقسام اور دیگر متعلقہ مباحث سے قطعِ نظر اگر ہم صرف اس کی تعریف اور اس کی ماہیت کی تعیین کے حوالے سے کی گئی علمی بحث کا جائزہ لیں تو ہمیں اس سلسلے میں وسیع پیمانے پر علمی موشگافیوں کا ایک جال نظر آتا ہے۔

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ قرآن وسنہ، کراچی یونیورسٹی، کراچی۔

** لیکچرر، گورنمنٹ کالج پیر علیزئی، بلوچستان۔

قدیم فقہاءِ اسلام نے اگرچہ اس کی تعریف اور ماہیت کی تعیین کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی ہے، تاہم معاصر اہلِ علم نے حق کے اس پہلو کو نمایاں کرنے کی کوشش کی ہے، بالخصوص اس بناء پر بھی کہ معاصر مغربی قانون میں "'نظریہ ءِ حق" کو کافی پذیرائی ملی ہے اور اس کی بناء پر معاصر قانون دانوں نے اس کی حقیقت (Nature) اور اس کے فرائض (functions) کے متعلق جو مباحث اور تنقیحات کی ہیں، ان کا بذاتِ خود عمومی علمی فضاء پر ناقابلِ انکار مثبت اور خوشگوار اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ جس کی بناء پر ضرورت محسوس ہوئی کہ قدیم وجدید مسلمان اہلِ علم کے ہاں حق کی تعریفات کا جائزہ لینے کے بعد معاصر قانون دانوں کی طرف سے کی گئی حق کی تعریفات کا جائزہ لیا جائے، اور ان کے مابین ایک سرسری تقابلی موازنہ کیا جائے۔ مقالہ ہذا میں حق کے لغوی معنیٰ ذکر کرنے کے بعد مذاہبِ اربعہ کے فقہاء اور اصول فقہ کے ماہرین سے منقول حق کی تعریف ذکر کی گئی ہے۔ اس کے بعد دور جدید کے مسلم اہلِ علم کی طرف سے کی گئی تعریفات درج کرنے کے بعد راجح تعریف کی تعیین کی گئی ہے، اور پھر مغربی قانون دانوں کے ہاں اس حوالے سے مختلف نظریات ذکر کر کے، آخر میں دونوں طرف سے کی گئی تعریفات کا ایک سرسری تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

حق کے لغوی معنیٰ:

"حق" اصل میں عربی زبان کا لفظ ہے، یہ حقَّ یحِقّ باب ضرب یضرب اور حَقّ یَحُقُّ باب نصر ینصر سے آتا ہے، اس کے معنی ہیں: ثابت ہونا، واجب ہونا، سچا ہونا، صحیح ہونا[1]۔ علامہ ابن منظور افریقیؒ نے لسان العرب میں لفظ "حق" کے ثابت اور واجب ہونے کے معنیٰ میں استعمال ہونے کے لئے قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیات سے استدلال کیا ہے:

- لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلَى أَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ[2]

  "ان میں اکثر لوگوں پر بات ثابت ہو چکی ہے، سو یہ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔"[3]

- وَلَكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ[4]

  "لیکن عذاب کی بات کافروں پر سچی ہو کر رہی۔"[5]۔[6]

---

[1] الرازي، زين الدين محمد بن أبي بكر، مختار الصحاح المكتبة العصرية، الدار النموذجية،(بيروت: صيدا، الطبعة: الخامسة،۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹م)،۱: ۷۷

[2] یس:۷

[3] تھانوی، مولانا اشرف علی، **بیان القرآن**، مطبوع مع قرآن کریم،(لاہور: پاک کمپنی، سن طباعت درج نہیں ہے)،۱۷۵

[4] الزمر:۷۱

چونکہ اس لفظ کے مادہ (ح ق ق) میں ہی ثابت ہونے اور واجب ہونے کا معنٰی پایا جاتا ہے، اس لئے "الحق" کا معنٰی ہوا: ثابت شدہ۔ اس کی جمع "حقوق" آتی ہے۔[7] یہ اصل میں مصدر ہے، اور مصدر جب کسی کی صفت کے لئے استعمال ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ وجود اس صفت میں حدِ کمال کو پہنچی ہوئی ہے۔[8]

عربی کی متعدد مستند لغات (Dictionaries) میں "الحق" کا مطلب یوں بیان کیا گیا ہے کہ یہ "باطل" کا متضاد (antonym) لفظ ہے۔[9]

قرآن کریم میں یہ لفظ **مختلف اشتقاقات (Derivations)** کے ساتھ دو سو ستائیس (227) مرتبہ آیا ہے،[10] جو کہ تقریباً اٹھارہ معنوں میں استعمال ہوا ہے، جن میں اللہ تعالٰی اور رسول کریم ﷺ کے صفتی نام، یقینی چیز، سچی بات، عدل وانصاف، حصہ، اور وہ چیز جو کسی شخص کے لئے یا کسی کے ذمہ ثابت ہوتی ہے زیادہ مشہور معنٰی ہیں۔[11]

خلاصہ بحث:

یہ ہے کہ "حق" کے اصل لغوی معنٰی ہے: ثابت شدہ چیز، پھر عربوں نے اس لفظ کے استعمال میں توسع کر کے جہاں پر ثبوت اور وجوب کے معنٰی پائے جاتے تھے وہاں اس لفظ کو استعمال کیا۔ جیسا کہ سابقہ ذکر کردہ تفصیلات سے یہ بات بخوبی عیاں ہوئی ہے۔

---

[5] عثمانی، مفتی محمد تقی، **آسان ترجمہ قرآن**، (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، طبع جدید فروری ۲۰۱۱ء)، ۱۴۲۸

[6] ابن منظور الإفریقي، محمد بن مکرم، **لسان العرب**، (بیروت: الناشر، دار صادر، الطبعة: الثالثة، ۱۴۱۴ھ)، ۱۰: ۴۹

[7] **لسان العرب**، ۱۰: ۴۹

[8] البغدادي، عبد القادر بن عمر، **خزانة الأدب ولب لباب لسان العرب**، (القاهرة: مکتبة الخانجي، الطبعة، الرابعة، ۱۴۱۸ھ، ۱۹۹۷م)، ۱: ۷۷

[9] **لسان العرب**، ۱۰: ۵۰) ؛ **مختار الصحاح**، ۱: ۷۷

[10] اردو دوائرہ معارف اسلامیہ، (لاہور: دانش گاہ پنجاب، بار دوم ۲۰۰۴ء)، ۸: ۴۳۸

[11] ابن الجوزی، جمال الدین ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد، **نزهة الأعین النواظر في علم الوجوه والنظائر**، (لبنان، بیروت: مؤسسة الرسالة، الطبعة الأولى، ۱۹۸۴ء)، ۱: ۲۶۶

حق کی اصطلاحی تعریف قدیم فقہاء کی نظر میں

فقہ حنفی میں:

حنفی فقہاء اپنی فقہی کتب میں اگرچہ متعدد مقامات پر "حقوق" سے متعلق بحث کرتے ہیں[12]، لیکن انہوں نے حق کی باقاعدہ تعریف کرنے کا خاص اہتمام نہیں کیا ہے۔ اس وجہ سے ہمیں حنفی فقہ کی بنیادی اور امہات کتب میں حق کی تعریف نہیں ملتی ہے۔ البتہ متاخرین فقہاء میں سے بعض حضرات نے حق کی تعریف ذکر کی ہے۔ مثلاً علامہ عینیؒ نے شرح الہدایۃ میں حق کی تعریف درج ذیل الفاظ میں کی ہے:

وهو ما يستحقه الرجل[13]

"یعنی حق وہ چیز ہے جس کا آدمی استحقاق رکھے (آدمی جس کا مستحق ہو)"

یہ تعریف ذکر کرنے کے بعد علامہ عینیؒ نے اس کی دوسری تعریفات کی طرف مندرجہ ذیل الفاظ سے اشارہ کیا ہے:

وله معان أخرى، منها الحق ضد الباطل.[14]

"حق کے دوسرے معنی بھی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ حق وہ ہے جو باطل کی ضد ہو۔"

اس کے علاوہ "البحر الرائق" کے مصنف علامہ ابن نجیمؒ نے "المصباح" کتاب سے اس کے معنٰی یوں نقل کئے ہیں:

والحقوق جمع حق، وفي المصباح الحق خلاف الباطل، وهو مصدر حق الشيء من بابي ضرب، وقتل إذا وجب وثبت، ولهذا يقال لمرافق الدار حقوقها. اه.[15]

---

[12] جیسے کتاب البیوع میں "باب الحقوق" کے عنوان سے ان امور کا تذکرہ کیا جاتا ہے جو بیچی ہوئی چیز میں خود شامل ہوتے ہیں یا اگر کوئی شخص اپنا مکان وغیرہ اس طرح بیچے کہ میں یہ مکان اس کے جملہ حقوق کے ساتھ فروخت کرتا ہوں، تو ایسی صورت میں اس مکان میں کون کونسی چیزیں شامل ہوں گی، اس مسئلہ کا ذکر بھی باب الحقوق میں ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: مرغینانی، **الهداية في شرح بداية المبتدي**، (بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربي)، ۳: ٦٦؛ اس کے علاوہ "باب الوکالۃ" میں ان حقوق کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن کا مطالبہ وکیل سے کیا جاتا ہے اور وہ حقوق جن کا مطالبہ مؤکل سے ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: الهداية في شرح بداية المبتدي، ۳: ۱۳۸

[13] عینی، بدر الدین محمود بن احمد، البنایۃ شرح الھدایۃ، (بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ: الأولى، ۱۴۲۰ھ-۲۰۰۰ء م)، ۸: ۳۰۱

[14] حوالہ بالا

[15] ابن نجیم، زین الدین بن ابراھیم، البحر الرائق شرح کنز الدقائق ومنحۃ الخالق وتکملۃ الطوري، دار الكتاب الإسلامي، الطبعۃ: الثانیۃ، بدون تاریخ، ٦: ۱۴۸

"حقوق" حق کی جمع ہے۔ مصباح میں ہے کہ حق یعنی باطل کا مخالف۔ یہ حَقّ الشیئ کا مصدر ہے جو کہ باب ضَرَبَ اور قَتَلَ دونوں سے مستعمل ہے۔ اس کا معنیٰ ہے: ثابت ہونا، واجب ہونا، اسی وجہ سے گھر سے منسلکہ ضروریات کو حقوق کہا جاتا ہے۔

جبکہ "النہر الفائق" میں خاص بیوع کے باب میں فروخت کردہ چیز کے "حق" کی تعریف یوں کی ہے کہ:

اعلم أن الحق في العادة يذكر فيما هو تبع للمبيع، ولا بد له منه ولا يقصد إلا لأجله كالطريق والشرب للأرض[16]

"جان لیجئے کہ حق کا لفظ عام طور پر اس چیز پر بولا جاتا ہے جو مبیع کا تابع ہو، مبیع کے لئے ضروری ہو، اور اس کے لئے ہی مبیع کو خریدا جاتا ہو، جیسے کہ زمین کے لئے راستہ اور پانی لگانے کی باری۔"

متاخرین فقہاء حنفیہ میں سے محقق علامہ ابن عابدین شامیؒ نے بھی "البحر الرائق" اور "النہر الفائق" کے حوالے سے مذکورہ بالا تفصیلات نقل کی ہیں۔[17]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ فقہ حنفی کی کتابوں میں اگرچہ بارہا "حق" کا تذکرہ ہوا ہے، لیکن ان میں سے چند ہی حضرات نے اپنی کتابوں میں اس کی باقاعدہ تعریف کی ہے، جن میں سے اکثر تعریفیں "حق" کے لغوی معنیٰ یا عمومی استعمال کے پیشِ نظر کی گئی ہے۔ البتہ علامہ عینیؒ کی گئی تعریف (کہ: جس کا آدمی مستحق ہو) میں اگرچہ کچھ عموم (Over- inclusiveness) ہے، لیکن بایں ہمہ حنفی فقہاء کی طرف سے کی گئی تعریفات میں اس کو کسی درجے میں راجح تعریف کہا جاسکتا ہے۔

مالکی فقہ:

مالکی فقہاء میں سے ہمیں "حق" کی تعریف علامہ قرافیؒ کی ہاں ملتی ہے۔ انہوں نے اپنی مشہور کتاب "الذخیرۃ" کے پہلے باب میں اصطلاحات کی وضاحت کی ہے۔ ان اصطلاحات میں سے حقوق کا تذکرہ اور تعریف بھی

---

[16] ابن نجيم الحنفي، سراج الدين عمر بن إبراهيم، **النهر الفائق شرح كنز الدقائق**، (بيروت: دار الكتب العلمية، الطبعة الأولى، ۲۰۰۲م)، ۳: ۴۸۳

[17] ابن عابدين شامي، محمد امين بن عمر، **الدر المختار وحاشية ابن عابدين** (رد المحتار)، (بيروت: الناشر، دار الفكر الطبعة، الثانية، ۱۴۱۲ھ - ۱۹۹۲م)، ۵: ۱۸۷

کی ہے۔ البتہ انہوں نے شروع سے ہی حقوق کو دو قسموں (حقوق اللہ، حقوق العباد) میں تقسیم کر کے دونوں کی الگ الگ وضاحت کی ہے۔ فرماتے ہیں:

فحق الله تعالى أمره ونهيه وحق العبد مصالحه.[18]

" اللہ تعالیٰ کے حق کا مطلب اللہ تعالی کا حکم کرنا اور منع کرنا ہے۔ اور بندے کے حق سے مراد اس کے فوائد ہے۔"

اس تعریف میں انہوں نے بندے کے حق کو صرف ایک لفظ "مصالح" سے تعبیر کیا، جو کہ "مصلحت" کی جمع ہے، یعنی فائدہ اور بھلائی وغیرہ۔[19]

البتہ علامہ قرافیؒ نے "حق العبد" کی تعریف "مصالح" سے کی ہے، اس پر یہ اعتراض وارد کیا جاتا ہے کہ منافع اور فوائد بذات خود حق نہیں ہے، بلکہ یہ کسی مسلمہ حق کے نتیجے کے طور پر حاصل ہوتے ہیں۔ یعنی انسان کا کسی چیز میں کوئی حق ہوتا ہے تو انسان وہ حق استعمال کر کے اس کے ذریعہ اپنے لئے کوئی فائدہ منفعت وغیرہ حاصل کرتا ہے۔[20]

شافعی فقہ:

شافعی مذہب کے فقہاء میں سے قاضی ابو علی الحسین المروزی الشافعیؒ نے حق کی تعریف یوں کی ہے:

اختصاص مظهر فيما يقصد له شرعا[21]

"شرعی طور پر ثابت شدہ ایک ایسا اختصاص (امتیاز، ایک چیز کا کسی چیز کے ساتھ خاص ہونا) جس کا اظہار ان صورتوں میں ہوتا ہے جس کے لئے اس اختصاص کا ارادہ کیا جاتا ہے۔"

اسکی وضاحت یہ ہے کہ کسی چیز کا کسی ذات (خواہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہو یا کسی انسان کی) کے ساتھ ایسا خصوصی تعلق ہو جائے کہ وہ چیز اسی ذات کے ساتھ ہی خاص رہے، اس کے علاوہ کسی اور کی ملکیت نہ ہو، اور اس

---

18 القرافي، أبو العباس شهاب الدين أحمد بن إدريس، **الذخيرة للقرافي**، (بيروت: دار الغرب الإسلامي ، الطبعة: الأولى، ١٩٩٤ء)، ١: ٢٧

19 **فیروز اللغات**، ١٢٥٥

20 الدكتور صالح بن عبد الرحمن المحيميد، الحق وأنواعه، مجلة العدل، العدد الأول، محرم ١٤٢٠ھ، ٨٧

21 المروزي، القاضي أبو علي الحسين، طريقة الخلاف بين الشافعية والحنفية، ١٥٠، أمخطوط، بدار الكتب المصرية بر قم ١٥٢٣، بحواله، نظرية الحق للدكتور الخولي، ٣٨

خصوصیت کا اظہار اس طرح سے ہوتا ہے کہ اس چیز کا جو اصل مقصد ہے، اس مقصد کو حاصل کرنے کا اختیار اسی صاحب حق ذات ہی کو حاصل ہو جائے۔ اور وہ خصوصیت ایسی ہو جو شرعی نقطہ نگاہ سے مقبول ہو۔

قدیم فقہاء سے منقول "حق" کی تعریفات میں سب سے بہترین اور منضبط تعریف اسی کو قرار دیا گیا ہے۔ جس کی چند وجوہات درج ذیل ہیں:

(الف) اس میں حق کی تعریف "اختصاص" (Privilege) سے کی گئی ہے، جس کے ذریعہ سے حق کی ماہیت دوسری شرعی ماہیتوں سے ممتاز اور جدا ہو جاتی ہے۔

(ب) اس میں (مظهر فيما يقصد له) کے الفاظ ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ جن چیزوں میں (خواہ وہ مادی ہو یا غیر مادی) شرعی طور پر کسی کا حق ثابت ہو جائے تو خاص وہی شخص اس چیز کے فوائد اور منافع کا حقدار ہوتا ہے۔ کسی اور کو اس چیز کے منافع فوائد وغیرہ میں حق حاصل نہیں ہوتا ہے۔[22]

(ج) معاصر قانونی نقطہ نظر سے بھی حق کی تعریف میں بنیادی طور پر دو عنصر کا ہونا ضروری ہوتا ہے: ایک اختصاص کا یعنی کہ وہ حق اسی ہی حق والے کے ساتھ خاص ہو، اور دوسرا اس میں تصرف کرنے کے اختیار کا۔ (اس کی تفصیل ہم آگے ذکر کریں گے انشاء اللہ)

چونکہ علامہ مروزیؒ کی ذکر کردہ تعریف ہذا مذکورہ دونوں عناصر پر مشتمل ہے: کیونکہ اس میں اختصاص کے لفظ سے خصوصیت کا پتہ چلتا ہے، اور (مظهر فيما يقصد له) سے صاحبِ حق کو اپنے حق میں تصرف کا اختیار حاصل ہونے کا علم ہوتا ہے۔ اس وجہ سے حق کی یہ تعریف معاصر قانون میں کی گئی تعریف کے قریب ہے۔

(د) اس تعریف میں (شرعا) کی قید لگانے سے حق کے ماخذ (source) کا پتہ چلتا ہے، کہ اصل حق وہی ہے جس کا شریعت مطہرہ نے اعتبار کیا ہو۔ لہذا اگر کوئی شخص اپنے لئے کسی ایسے حق کا دعویٰ کرتا ہے جس کی شریعتِ مطہرہ نے اجازت نہیں دی ہے تو اس کا یہ دعویٰ معتبر نہیں ہو گا۔[23]

---

[22] العبادي، الدكتور عبد السلام، الملكية في الشريعة الإسلامية، مؤسسة الرسالة، ط ١، عام ١٤٢١ھ)، ٩٦

[23] الخولي، الدكتور أحمد محمود، نظرية الحق بين الفقه الإسلامي و القانون الوضعي، (القاهرة؛ مصر: دار السلام، الطبعة الأولى ١٤٢٣- ٢٠٠٣ء)، ٤٠

حنبلی فقہ:

حنبلیؒ فقہاء میں ہمیں "حق" کی تعریف علامہ ابن القیمؒ کے ہاں ملتی ہے۔ انہوں نے بھی حقوق اللہ اور حقوق الآدمی کے عنوان سے دونوں قسموں کی الگ الگ تعریف کی ہے۔ فرماتے ہیں:

والحقوق نوعان: حق الله، وحق الآدمي؛ فحق الله لا مدخل للصلح فيه كالحدود والزكوات والكفارات ونحوها.... وأما حقوق الآدميين فهي التي تقبل الصلح والإسقاط والمعاوضة عليها.[24]

"حقوق دو طرح کی ہیں: اللہ کا حق اور آدمی کا حق۔ اللہ تعالیٰ کے حق میں صلح کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی، جیسے حدود، زکوۃ، کفارات وغیرہ۔ جبکہ بندوں کے حقوق ہی صلح، اسقاط اور اس کے بدلے کسی عوض کے لینے کو قبول کرتے ہیں۔"

اسکی وضاحت یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق ایسے ہیں کہ جب وہ ایک مرتبہ صحیح شرعی طریقے سے ثابت ہو جائے تو پھر ان کے بارے میں صلح نہیں ہو سکتی، مثلاً کسی کے بارے میں سرقہ (چوری) کی حد ثابت ہو گئی تو اب یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ پیسے دیکر اس کی سزا (ہاتھ کاٹنے) سے اپنے آپ کو بچا سکے۔ بلکہ اب اس کے اوپر شرعی نقطہ نگاہ سے حد جاری کرنا ہی ضروری ہے۔

اس کے برعکس انسانوں کے حقوق ایسے ہیں کہ جب ایک مرتبہ وہ ثابت ہو جائے تو اس میں اس بات کی گنجائش ہوتی ہے کہ آدمی اپنا حق ویسے ہی معاف کر دے، یا اس کے بدلے کوئی دوسری چیز لے کر اپنا اصل حق چھوڑ دے یا اپنے پورے حق کے بجائے اس میں سے کچھ حصہ لیکر باقی حصے سے دستبر دار ہو جائے۔ یہ ساری صورتیں انسانوں کے حقوق میں ہو سکتی ہیں۔

جس کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ علامہ ابن القیمؒ کے نزدیک بندے کا حق وہ ہے جسے وہ اگر معاف کرنا چاہے تو معاف کر سکے، کسی عوض کے بدلے چھوڑنا چاہے تو چھوڑ سکے، اور اگر اپنے پورے حق میں سے کچھ لیکر باقی حصے سے بطورِ صلح دستبر دار ہونا چاہے تو دستبر دار ہو سکے۔

---

[24] ابن قیم الجوزیۃ، شمس الدین محمد بن أبي بکر، **إعلام الموقعین عن رب العالمین**، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ الأولی، ۱۴۱۱ھ - ۱۹۹۱م)، ۱: ۸۵

علماء اصولیین کے ہاں حق کی تعریف:

اصولِ فقہ کے قدیم ماہرین نے اپنی کتابوں میں ”حق“ کا تذکرہ کیا ہے۔ بلکہ ان میں سے بعض حضرات نے اس کے متعلق کافی تفصیل سے بحث کی ہے۔[25] لیکن اصولیین میں زیادہ مشہور تعریف علامہ لکھنویؒ کی ہے، کہ: ("حكم يثبت") یعنی حق ایسا حکم ہے جو ثابت ہوتا ہے۔

دو لفظوں پر مشتمل اس تعریف پر متعدد حضرات نے تنقید کی ہے۔ ان کے اعتراضات کا خلاصہ درجِ ذیل دو نکات کی صورت میں بیان کیا جاسکتا ہے:

پہلا اعتراض: یہ ایک عمومی بیان ہے، تعریف جامع مانع نہیں ہے۔ اسکی وضاحت یہ ہے کہ حکم کا لفظ اصولیین کے ہاں شارع کے اس خطاب پر بولا جاتا ہے جس کا تعلق مکلف بندوں کے افعال سے ہوتا ہے۔[26] اس کے پیشِ نظر حق پر حکم کی تعریف صادق نہیں آتی ہے، کیونکہ ”حق“ اس معنیٰ میں خود حکم نہیں ہے، بلکہ شارع کے کسی حکم کے نتیجے میں ثابت ہونے والا امر ہے۔[27]

اور اگر بالفرض ”حکم“ سے وہ آثار مراد لیں جو شارع کے کسی خطاب کے نتیجے میں ثابت ہوتے ہے، مثلا کسی چیز کا فرض یا واجب ہونا، مباح ہونا، مکروہ یا حرام ہونا وغیرہ۔ تو اس وقت حق کی مذکورہ بالا تعریف میں یہ خامی پیدا ہوگی کہ یہ تعریف وضعی احکام (جیسے ایک چیز کا دوسری چیز کے لئے سبب ہونا یا شرط علت وغیرہ ہونا) کو بھی شامل ہوجائے گی۔ حالانکہ ”حق“ ان وضعی احکام کے زمرے میں کسی طور داخل نہیں ہوتا۔[28]

دوسرا اعتراض: یہ ہے کہ اس تعریف سے ”حق“ کی بعض جہتوں پر روشنی پڑتی ہے، بعض پر نہیں۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ ”حق“ کو حکم قرار دینے سے اتنی بات تو واضح ہوجاتی ہے کہ حق کا ماخذ (Source) وہ اللہ

---

[25] مثلا ملاحظہ ہو: عزالدين عبد العزيز بن عبد السلام، **قواعد الأحكام في مصالح الأنام**، مكتبة الكليات الأزهرية–القاهرة، (وصور تها دور عدة مثل، (بيروت: القاهرة: دار الكتب العلمية ، ودار أم القرى، طبعة: جديدة، مضبوطة منقحة، ۱۴۱۴ ھ - ۱۹۹۱)، ا: ۱۵۳

اور اسی مصنفؒ کی، **الفوائد في اختصار المقاصد**، (دمشق: دار الفكر المعاصر، دار الفكر، الطبعة، الأولى، ۱۴۱۶ـ)، ا: ۶۱

اور الزركشي، بدر الدين محمد بن عبد الله، المنثور في القواعد الفقهية، وزارة الأوقاف الكويتية الطبعة، الثانية، ۱۴۰۵ھ–۱۹۸۵ء)، ۲: ۵۴

[26] خلاف، عبد الوهاب، **علم أصول الفقه**، ط مكتبة الدعوة عن الطبعة الثامنة لدار القلم، ا: ۱۰۰

[27] الحفيف، الشيخ علي، الحق والذمة وتأثير الموت فيهما وبحوث أخرى، (القاهرة: دار الفكر العربي، القاهرة، ۲۰۱۰)، ۵۷

[28] الخولي، الدكتور أحمد محمود، نظرية الحق بين الفقه الإسلامي والقانون الوضعي، (مصر: دار السلام، الطبعة الأولى، ۱۴۲۳–۲۰۰۳ء)، ۳۲

تعالیٰ کی ذات ہے، اور یہ کہ حق اس وقت تک معتبر نہیں سمجھا جاتا جب تک شارع (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے اسے معتبر تسلیم نہ کیا جائے۔ لیکن "حق" کی کامل تعریف کے لئے محض اتنی بات کافی نہیں ہے، بلکہ حق کی تمام اقسام وانواع اور اس کی خصوصیات کو دیکھ کر ایک جامع مانع تعریف ضروری ہے۔[29]

۳۔ دورِ جدید کے اہلِ علم کے ہاں حق کی تعریف:

دور جدید کے اہل علم کے ہاں بھی "حق" کی تعریف میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ جسکی بنیادی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ان میں سے مختلف حضرات نے حق کے مختلف پہلوؤں کو سامنے رکھ کر حق کی تعریف کی ہے۔ بعض حضرات نے لغوی معنیٰ کے پیش نظر تعریف کی ہے، تو بعض حضرات نے اس کی شرعی اور فقہی تعریف کو سامنے رکھا ہے، متعدد حضرات نے معاصر قانونی نقطہ نگاہ کا بھی خیال رکھا ہے، اور کچھ حضرات نے ان ساری تعریفات اور جہتوں کو ایک ہی تعریف میں جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ ذیل میں چند مختلف حیثیتوں سے کی گئی حق کی کچھ تعریفات درج کریں گے۔

ا۔ حق کی ایسی تعریفات جن میں اس کے لغوی معنیٰ (ثابت ہونا) کو پیشِ نظر رکھا گیا ہو۔

استاذ احمد فہمی ابو سنہ فرماتے ہیں:

هو مثبت في الشرع للإنسان أو لله تعالى على الغير.[30]

"جو شریعت میں کسی کے ذمہ اللہ تعالیٰ کے لئے یا کسی انسان کے لئے ثابت کیا گیا ہو۔"

ڈاکٹر عبد السلام التونجی لکھتے ہیں:

كل ما هو ثابت ثبوتا شرعيا بحكم الشارع وإقراره.[31]

"جو شارع کے حکم اور اس کے مقرر کرنے کی وجہ سے شرعی طور پر ثابت کیا گیا ہو۔"

ان دو تعریفوں میں خاص طور پر ثابت ہونے پر توجہ دی گئی ہے، لیکن اس کو لغوی معنیٰ سے ممتاز کرنے کے لئے اس میں شارع کی طرف سے ثبوت کی قید لگائی گئی ہے۔ اس تعریف میں اگر چہ حق کے ماخذ (Source) کی

---

[29] الخفيف، الشيخ علي، الحق والذمة وتأثير الموت فيهما وبحوث أخرى، (القاهرة: دار الفكر العربي، ۲۰۱۰ء)، ۵۷

[30] أحمد فهمي أبو سنة، النظريات العامة للمعاملات في الشريعة الإسلامية، ونظرية الحق للخولي، (القاهرة: مطبعة دار التأليف، ۱۳۸۷-۱۹۶۷م)، ۴۲

[31] التونجي، الدكتور عبد السلام ، الشريعة الإسلامية في القرآن الكريم، نظرية الحق، منشورات جمعية الدعوة ليبيا، الطبعة الثانية، ۱۴۲۶ھ-۱۹۹۷م.)، ۲: ۴۷

نشاندہی کی گئی ہے، تاہم اس میں قابلِ اعتراض نکتہ یہ کہ اس میں حق کے محل کا بیان کیا گیا ہے، خود حق کی تعریف نہیں کی گئی ہے۔ یعنی اس میں (ما) کا لفظ استعمال کیا ہے جس کا معنٰی ہے: چیز۔ یعنی اس سے اس چیز کا بیان ہو گیا جو کسی آدمی کا حق ہے، مثلا ایک آدمی کسی گھر کا مالک ہے، تو اس تعریف میں (ما) کا اشارہ گھر کی طرف ہے جس سے آدمی کا حق منسلک ہے، خود ذات "حق" کی تعریف نہیں ہے۔[32]

۲۔ حق کی معاصر ایسی تعریفات جن میں قانونی نقطہ نظر پر توجہ دی گئی ہے:

علامہ عجیل جاسم النشمیؒ نقل کرتے ہیں:

قدرة أو سلطة إرادية، يخولها القانون شخص معين.[33]

ترجمہ: یہ ایک قدرت یا ذاتی ارادے والا اختیار (Authority) ہے جسے قانون کسی معین شخص کو بخشتا ہے۔

ڈاکٹر عبد المنعم الصدہ نے یوں تعریف کی ہے:

"ثبوت قيمة معينة لشخص بمقتضى القانون"، فيكون لهذا الشخص أن يمارس سلطات معينة يكفلها له القانون، بغية تحقيق مصلحة جديرة بالرعاية.[34]

"قانون کے تقاضے کی رو سے کسی معین قیمت کا کسی شخص کے لئے ثابت ہونا" جسکی بنیاد پر اس شخص کو کچھ متعین اختیارات مل جاتے ہیں، جن کی قانون اس کو ضمانت دیتا ہے، تاکہ وہ اپنی کوئی قابلِ اہتمام مصلحت حاصل کرے۔

ڈاکٹر جمیل الشرقاوی لکھتے ہیں:

استئثار شخص بمزية يقررها القانون له، ويخوله بموجبها أن يتصرف في قيمة معينة باعتبارها مملوكة أو مستحقة له.[35]

---

[32] الدريني، الحق ومدى سلطان الدولة في تقييده، مؤسسة الرسالة، الطبعة الثانية، ۱۹۸۴ء)، ۱۹۰

[33] مجلة مجمع الفقه الإسلامي، ۵: ۱۸۵۵؛ بحث الدكتور عجيل جاسم النشمي، عن: الملكية في الشريعة الإسلامية، للدكتور عبد السلام العبادي، ۱: ۱۰۳؛ (عمان: طبع وزارة الأوقاف عمان الطبعة الأولى ۱۳۹۴ھ-۱۹۷۴م)، الأردن، عن محاضرات في النظرية العامة للحق الشيخ أحمد أبو سنة، ونظرية الحق، للدكتور جميل الشرقاوي، ۱۲-۲۷ وغيرهما.

[34] مجلة مجمع الفقه الإسلامي، بحث الدكتور عجيل جاسم النشمي، عن، حق الملكية، للدكتور عبد المنعم الصده، ۴، (مصر: الطبعة الثالثة، مطبعة مصطفى الحلبي ۱۹۶۷م)، ۵: ۱۸۵۵

[35] النشمي، عجيل جاسم، بيع الاسم التجاري، مجلة مجمع الفقه الإسلامي، ۵: ۱۸۵۵)؛ عن، الملكية، للدكتور عبد السلام العبادي، ۱: ۱۰۵، عن نظرية الحق، للدكتور جميل الشرقاوي، ۲۶

"کسی شخص کو ایک ایسی خصوصیت کے ساتھ خاص کرنا جو قانون اس کے لئے طے کرتا ہے، اور اس خصوصیت کی بدولت قانون اس شخص کو اختیار دیتا ہے کہ وہ ایک متعین قیمت میں تصرف کرے اس حیثیت سے کہ یہ شخص اس متعین قیمت کا مالک یا مستحق ہے۔

ان تمام تعریفات میں شریعت کی جگہ قانون کی قید لگائی گئی ہے، یعنی حق وہ ہے جسے قانون معتبر تسلیم کرے۔

۳۔ معاصر تعریفات جن میں "اختصاص" کو اہمیت دی گئی ہے:

ڈاکٹر صالح بن عبد الرحمن المحیمید لکھتے ہیں:

اختصاص قرره الشارع لله أولشخص أو لهما معا.[36]

"یہ ایک ایسا اختصاص (خاص ہونا / امتیاز) ہے جسے شارع اللہ تعالیٰ یا کسی انسان یا دونوں کے لئے مقرر کرتا ہے۔"

۴۔ معاصر ایسی تعریفات جو مصلحت (فائدے) پر مبنی ہے:

وزارت مذہبی امور کویت سے جاری ہونے والی فقہی انسائیکلوپیڈیا میں حق کے بارے میں ہے:

الحقوق جمع حق، والحق لغة: الأمر الثابت الموجود. واصطلاحا يستعمله الفقهاء فيما ثبت لإنسان بمقتضى الشرع من أجل صالحه.[37]

"حقوق حق کی جمع ہے، حق کا لغوی معنیٰ ہے: ثابت اور موجود چیز، اصطلاح میں فقہاء اس لفظ کو اس چیز کے لئے استعمال کرتے ہیں جو شریعت میں کسی انسان کے لئے اس کے فائدے کے کی غرض سے ثابت ہوتا ہے۔

اسی انسائیکلوپیڈیا میں ایک اور جگہ حق کی تعریف یوں کی ہے:

وأما حق العبد فهو ما يتعلق به مصلحة خاصة له، كحرمة ماله.[38]

"رہا بندے کا حق تو یہ وہ ہے جس کے ساتھ بندے کی کوئی خاص مصلحت متعلق ہو۔"

صرف مصلحت پر مشتمل ان تعریفات پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ حقیقت میں حق کی تعریف نہیں ہے، بلکہ اس سے مقصود غرض کا بیان ہے، کیونکہ مصلحت کا مطلب ہے فائدہ، خواہ وہ کسی بھی نوعیت کا ہو، حسی فائدہ ہو یا محض کوئی معنوی فائدہ ہو، ہر ایک پر حق کا اطلاق صحیح ہو گا۔ تو اس بات سے ہمیں حق کی حقیقت کا پتہ نہیں چلتا ہے،

---

36 الدکتور صالح بن عبد الرحمن المحیمید، الحق وأنواعه، مجلة العدل، العدد الأول، محرم ۱۴۲۰ھ، ۹۲

37 الموسوعة الفقهية الكويتية، (الكويت: وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية، من ۱۴۱۴-۱۴۲۷ ھ)، ۳: ۱۰

38 الموسوعة الفقهية الكويتية، ۱۸: ۸

بلکہ اس سے حق کی بنیاد پر حاصل ہونے والے فائدے کا علم ہوتا ہے، اور ظاہر ہے کہ کسی چیز کی غرض وغایت کے ذریعے سے کی گئی تعریف سے اس چیز کی حقیقت پوری طرح واضح نہیں ہو پاتی ہے۔ تعریف میں حق کے بنیادی عناصر کا اندراج نہ ہونے کی وجہ سے ان تعریفات کو زیادہ استناد اور قبولیت نہیں مل سکی ہے۔[39]

۴۔ جس تعریف میں مصلحت، اختصاص اور شرعی پہلو کو جمع کیا ہو:

علامہ نشمی فرماتے ہیں:

مصلحة شرعية تخول صاحبها الاختصاص أو ترتب التكليف.[40]

”یہ ایک شرعی مصلحت ہے جو اپنے مالک کو اختصاص بخشتی ہے یا اس پر مکلف ہونے کا ترتب ہوتا ہے۔“

اس تعریف کو بھی حق کی بہترین تعریفات میں سے قرار دیا گیا ہے، اس وجہ سے کہ اس میں مصلحت، اختصاص اور ذمہ داری تینوں کو جمع کیا گیا ہے۔ نیز صاحبِ حق کو مطلق رکھا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات بھی ہو سکتی ہے اور کوئی شخص حقیقی بھی ہو سکتا ہے اور شخص قانونی بھی۔ مزید برآں اس میں شریعت کو حق کے مأخذ (Source) طور پر بھی ذکر کیا گیا ہے۔

۵۔ ایسی تعریفات جن میں خاص مالی معاملات کو پیشِ نظر رکھا گیا ہو:

مصر کے مشہور قانون دان ڈاکٹر عبد الرزاق السنہوری نے یوں تعریف کی ہے:

"مصلحة ذات قيمة مالية يقرها القانون للفرد"[41]

”مالی قیمت والے فائدے کا نام ہے جسے قانون کسی شخص کے لئے مقرر کرتا ہے۔“

جبکہ استاذ احمد ابو الفتح فرماتے ہیں:

صفة شرعية بها يقتدر الإنسان على التصرف والانتفاع بالأعيان المالية تصرفا مشروعا.

”ایک شرعی صفت ہے جس کے ذریعے انسان کو مالی اشیاء سے فائدہ حاصل کرنے اور اس میں تصرف کرنے پر قادر ہوتا ہے۔“

---

[39] الدكتور عجيل جاسم النشمي، جامعة الكويت، مجلة مجمع الفقه الإسلامي الدورة الخامسة، ۵: ۱۸۵۵، عنوان البحث: بيع الاسم التجاري

[40] الدكتور عجيل جاسم النشمي، مجلة مجمع الفقه الإسلامي الدورة الخامسة، المجلد الرابع، ۲۲۹۴، عنوان البحث: بيع الاسم التجاري

[41] الوسيط، للدكتور عبد الرزاق السنهوري، ۱: ۱۰۳؛ وانظر اختلافهم في تعاريف الحق في كتاب الحق، ومدى سلطان الدولة، للدكتور فتحي الدريني، ۶۱؛ والملكية، للدكتور عبد السلام العبادي، ۱۰۳

اس تعریف میں ایک تو" حق" کو مالی معاملات کے ساتھ خاص کیا گیا ہے، دوسرے نمبر پر اس میں (بھا یقتدر الإنسان) کے الفاظ ہے جن کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ذریعہ انسان کو تصرف اور فائدہ حاصل کرنے کی قدرت حاصل ہو جائے۔ اگر ہم ذرا گہرائی سے اسکا جائزہ لیں تو ہمیں نظر آئے گا کہ یہ اصل میں حق کی تعریف نہیں ہے، بلکہ شرعی اہلیت (competence) کا بیان ہے۔ اس لئے اس تعریف کو بھی کامل تعریف نہیں سمجھا گیا ہے۔[42]

استاذ علی الخفیف کی کی ہوئی تعریف:

کل مصلحة مستحقة لصاحبها شرعا[43]

"ہر ایسا فائدہ جس کا مالک شرعی طور پر اس کا مستحق ہو۔"

اس تعریف کو ایک طرح سے جامع تعریف قرار دیا گیا ہے، کیونکہ اس کا مطلب ہے ہر ایسا فائدہ / منفعت جس کا شرعی طور پر ایک خاص مستحق ہو کہ اس فائدے کا استحقاق اس کے سوا کسی اور کو نہ ہو، خواہ وہ مادی فائدہ ہو یا معنوی، اور اس فائدے کا اس شخص کے ساتھ کا خاص ہونا اس طور پر ہو کہ وہ شریعت میں معتبر اور مقبول ہو۔ اس تعریف کی روشنی میں "حق" اعیان (ٹھوس اشیاء) کے مقابلے میں ہے، جسکی وجہ سے یہ تعریف منفعت کو بھی شامل ہے۔

اس تعریف کی روشنی میں حق کی درجِ ذیل خصوصیات واضح ہوتی ہیں:

- مصلحت یعنی فائدہ ہو، کیونکہ نقصان کو حق نہیں کہا جا سکتا۔
- ہر وہ منفعت جو کسی شخص کے ساتھ خاص ہو، خواہ وہ مادی منفعت ہو یا ادبی (Intellectual)، خواہ اس کا تعلق مال کے ساتھ ہو جیسا حق ملکیت حق شفعہ، یا نفس کے ساتھ ہو جیسے ولایت اور پرورش کا حق، یا عام نظام کے ساتھ ہو جیسے امر بالمعروف وغیرہ کا حق۔
- یہ مصلحت اور فائدہ ٹھوس چیزوں کو شامل نہیں ہو گا، کیونکہ مادی اور ٹھوس چیزوں کو منفعت نہیں کہا جا سکتا، نیز اس کا تعلق خاص مادی چیزوں سے متعلق منفعت سے نہیں ہو گا، بلکہ یہ اس فائدے مصلحت وغیرہ کو بھی شامل ہو گا جس کا تعلق کسی متعین مادی چیز سے نہ ہو، جیسے زندہ رہنے کا حق، باپ کے ذمہ اپنے بچوں پر خرچ کرنے کا حق وغیرہ۔

[42] الخولي، الدكتور أحمد محمود، نظرية الحق بين الفقه الإسلامي والقانون الوضعي، (مصر: دار السلام القاهرة، الطبعة الأولى، ١٤٢٣-٢٠٠٣ء)، ٤٣

[43] الخفيف، الشيخ علي، الحق والذمة وتأثير الموت فيهما وبحوث أخرى، (القاهرة: دار الفكر العربي، القاهرة، ٢٠١٠ء)، ٥٧

- یہ مصلحت اختصاصی طور پر اپنے مالک (جو اس کا مستحق ہو) کے ساتھ خاص ہو گی، خواہ اس کا استحقاق رکھنے والی ذات کو بذاتِ خود اس سے کوئی فائدہ پہنچے یا نہ، جیسے عبادت اور حدود اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص حقوق ہیں، لیکن ان کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کو بذاتِ خود کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ بلکہ اس کا فائدہ بھی لوگوں کو ہی پہنچتا ہے۔

اسی علامہ خفیفؒ سے ''حق'' کی ایک ایسی دوسری تعریف بھی منقول ہے:

مكنة تثبت لصاحبها شرعا لتحقيق غرض خاص.[44]

''یہ ایک قدرت ہے جو ایک خاص غرض کے حاصل کرنے کے لئے شرعی طور پر اپنے مالک کے لئے ثابت ہوتی ہے۔''

اس تعریف میں حق کو محض ایک قدرت اور اختیار سے تعبیر کیا ہے، اس کی مثال جیسے حقِ شفعہ، حق ولایت، حق فسخ وغیرہ۔ یہ سارے ایسے حقوق ہیں جن کا تعلق کسی خاص مادی چیز سے منفعت کے ساتھ نہیں ہے، بلکہ آدمی کو ایک اختیار حاصل ہوتا ہے کہ اگر وہ مثلاً شفعہ لینا چاہے تو وہ اس کو شریعت میں اس کا حق حاصل ہے۔

حق کی اس تعریف کی روشنی میں حق منفعت کے مقابلے میں استعمال ہوتا ہے، کیونکہ منفعت کا تعلق مادی چیز سے حاصل ہونے والے فوائد سے ہے۔

علامہ خفیفؒ کی ذکر کردہ ان تعریفات کو پسند کیا گیا ہے، اور ان کی درج ذیل خصوصیات بیان کی گئی ہیں:

- اس میں صاحبِ حق کے لئے اختصاصی طور پر حق کے استحقاق کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، یہ اختصاص ہی اصل میں حق کے بنیادی عنصر ہے۔
- اس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تقسیم کی طرف اشارہ نہیں کیا گیا ہے، جس کی وجہ سے شخص قانونی (Legal Person) کے حق پر بھی اس کا اطلاق ہو سکے گا۔
- اس تعریف میں حق کے جوہر (Essence) اور حق کی غرض وغایت دونوں کو جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے، کیونکہ اختصاص حق کا جوہر ہے، جبکہ مصلحت اس کا فائدہ اور غرض وغایت ہے۔ اس لئے اگر صرف

---

[44] الخفیف، الشیخ علي، ریسرچ پیپر بعنوان: المنافع، شائع شدہ مجلۃ القانون والاقتصاد، جلد ۲۰: ۱۹۵۰، شمارہ: ۳،۴، ص ۹۸، بحوالہ: نظریۃ الحق للدکتور الخولي، ۴۴

مصلحت کے ذریعہ تعریف کی جائے (جیسا کہ ماقبل میں ہم نے کچھ تعریفات ذکر کی تھیں) تو وہ بھی ناقص ہے، اور اگر محض اختصاص سے تعریف کی جائے تو اس کو بھی کامل نہیں کہا جا سکتا۔[45]

البتہ ان پر ایک اعتراض وہی ہے کہ اس میں "مصلحت" یعنی فائدے پر دار و مدار رکھا گیا ہے، حالانکہ ہر حق میں حق والے کا ذاتی فائدہ نہیں ہوتا (جیسا کہ حقوق اللہ میں) نیز یہ کہ فائدے کو حق قرار دینا اس وجہ سے بھی صحیح نہیں ہے کہ فائدہ بذات خود حق نہیں ہے، بلکہ حق سے حاصل ہونے والا ثمرہ ہے۔

علامہ مصطفیٰ الزرقاء کے نزدیک حق کی تعریف:

علامہ مصطفیٰ الزرقاءؒ نے حق کی تعریف درجِ ذیل لفظوں میں کی ہے

"اختصاص يقرر به الشرع سلطة أوتكليفا"[46]

" حق ایک ایسا اختصاص ہے جس کے ذریعہ شریعت اختیار (Authority) یا مکلف کرنا (کسی کے کام پر مامور کرنا) طے کرتی ہے۔"

سب سے پہلے اس تعریف میں استعمال ہونے والے درج ذیل الفاظ کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں:

(الف) اختصاص (امتیاز): لغت میں اس کا معنیٰ ہے ایک چیز کو کسی کے ساتھ خاص کر دینا، کہ وہ چیز خاص اس ذات کی رہے، کسی اور کو اس میں اختیار نہ ہو۔ اس میں دو چیزیں ہوتی ہیں: ایک مختص (یعنی جس کو خاص کیا گیا ہو) اور دوسری: مختص بہ، یعنی جس کے ساتھ خاص کیا گیا ہو۔ اس میں اختصاص مالی حقوق کو بھی شامل ہے جیسے ذمہ میں واجب الاداء قرضہ، اور غیر مالی حقوق کو بھی شامل ہے جیسے والد کو اپنی اولاد میں ولایت کا حق حاصل ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ اختصاص اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے، جیسے عبادت ہے کہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے، اور اختصاص کسی انسان کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے، اور حتیٰ کہ شخص قانونی (legal person) کے لئے بھی ہو سکتا ہے، جیسے ریاست، وقف، ادارے وغیرہ۔ اس لئے یہ تعریف ایسی ہے جو حقوق اللہ، حقوق العباد اور شخص قانونی اداروں وغیرہ سب کے حقوق کو شامل ہے۔

اس سے مباحِ عامہ (Public) کی چیزیں نکل گئیں کیونکہ وہ کسی خاص شخص کے ساتھ خاص نہیں ہوتیں، اس لئے اس کو کسی خاص شخص کا حق قرار نہیں دیا جا سکتا، جب تک وہ اس پر قبضہ نہ کرے یا اسے اپنے استعمال

---

[45] نظریۃ الحق للدکتور الخولي، ۴۵۔۴۸

[46] الزرقاء، مصطفی أحمد، المدخل إلى نظریۃ الالتزام العامۃ، ومابعدھا، (دمشق: دار القلم، الطبعۃ الأولى، ۱۹۹۹ء)، ۱: ۱۰

میں نہ لائے۔ بلکہ وہ سب کا اجتماعی حق ہے، اور چونکہ ہر کسی کو اس سے فائدہ حاصل کرنے کا اختیار ہوتا ہے، اس لئے وہ طے شدہ اصول وضوابط کی روشنی میں اس سے فائدہ اٹھاسکتا ہے اور کسی کو منع کرنے کا اختیار نہیں ہوتا۔ اس درجے میں چونکہ مباح عامہ میں متعلقہ اشخاص کا کسی حد تک اختصاص پیدا ہوجاتا ہے، اس لئے اس کو ان سب حضرات کا اجتماعی حق کہا جاسکتا ہے۔

(ب) یقر ربہ الشرع: یعنی شریعت اس حق کا اعتبار کرتی ہو، اگر کوئی حق ایسا ہو جو شریعت میں معتبر نہ سمجھا جاتا ہو تو اس کو حق نہیں کہیں گے۔ مثلاً ایک آدمی نے کوئی چیز چوری کی یا کسی جگہ پر ناجائز قبضہ کیا ہو، تو اگرچہ اس کے قبضے میں ہے لیکن اس کو شریعت معتبر نہیں مانتی، اس لئے اس سے فائدہ حاصل کرنے کو چور اور ناجائز قبضہ کرنے والے کا "حق" نہیں سمجھا جائے گا۔

(ب) سلطۃ: یہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنٰی ہے: اقتدار، اختیار، غلبہ، قبضہ، اثر، ہولڈ، اتھارٹی، منصب وعہدہ[47]۔

یعنی اس اختصاص کی بناء پر شریعت کسی چیز پر یا کسی شخص پر کسی اور کا اختیار تسلیم کرے، یعنی یہ اختیار کسی نفس اور جان پر بھی ہوسکتا ہے جیسے کہ والد کو اپنی نابالغ اولاد پر حاصل شدہ ولایت اور اختیار، اور کسی چیز پر بھی ہوسکتا ہے جیسے ملکیت کا حق، اپنی مملوکہ چیز سے فائدہ حاصل کرنے کا اختیار، اپنے مملوکہ مکان کی بناء پر حق شفعہ کا اختیار وغیرہ۔

(ج) تکلیف: اس کا مطلب ہے کسی کو کسی کام کا پابند کرنا، کسی کام پر مامور کرنا[48]۔ اس کا مطلب ہے انسان کے ذمہ کوئی ذمہ داری عائد ہوتی ہو، اب یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی ہوسکتی ہے جیسے کہ حقوق اللہ میں، اور کسی انسان کی طرف سے بھی، جیسے ملازمت کے معاہدہ کی بناء پر ملازم اس بات کا پابند ہوتا ہے کہ وہ اپنی ڈیوٹی سرانجام دے وغیرہ۔ عصر حاضر کے مشہور فقیہ علامہ وہبۃ الزحیلیؒ نے اس تعریف کو پسند فرمایا ہے۔[49] نیز ڈاکٹر محمود احمد الخولی نے اس تعریف کو جوہرِ حق اور اسلامی فقہ میں حق کی تفصیلات کی قریب ترین تعریف قرار دیا ہے۔[50]

[47] کیرانوی، وحید الزمان قاسمی، **القاموس الوحید**، (لاہور، کراچی: ادارہ اسلامیات، اشاعت اول، جون ۲۰۰۱ء)، ۷۹۰

[48] کیرانوی، وحید الزمان قاسمی، **القاموس الوحید**، (لاہور، کراچی: ادارہ اسلامیات، اشاعت اول، جون ۲۰۰۱ء)، ۱۴۱۹

[49] الزحیلي، الدکتور وھبۃ، الفقہ الإسلامي وأدلتہ، (دار الفکر، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۹۸۵ء)، ۴: ۹

حق کی راجح تعریف:

مطلق حق کی تعریف میں مقالہ نگار اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ علامہ زر قاءؒ کی ہوئی تعریف کو حق کی جامع مانع اور بہترین تعریف ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تعریف حقوق اللہ کو بھی شامل ہے اور حقوق العباد کو بھی، حتیٰ کہ جن چیزوں کو شخص قانونی کی حیثیت حاصل ہے جیسے ریاست، اوقاف وغیرہ ان کے حقوق کو بھی شامل ہے۔ علاوہ ازیں یہ تعریف مالی معاملات سے متعلق حقوق کو بھی شامل ہے اور غیر مالی معاملات سے متعلق حقوق کو بھی، اس میں حق کا جو سب سے نمایاں عنصر ہے (یعنی اختصاص) وہ بھی ذکر ہوا ہے اور حق کا ماخذ (Source) یعنی شریعت کو بھی ذکر کیا گیا ہے۔ "حق" کی ایسی تعریفات جن میں "مصلحت" کا ذکر تھا، اس پر یہ اعتراض وارد ہو رہا تھا کہ فائدہ تو بذات خود حق نہیں ہے بلکہ حق سے حاصل ہونے والا ثمرہ ہے، نیز یہ کہ بعض حقوق میں صاحبِ حق کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا جیسے حقوق اللہ، وہ ان تعریفات کے ضمن میں شامل نہیں ہوتے تھے۔ ان دو خرابیوں سے بچنے کے لئے علامہ زر قاءؒ نے "مصلحت" کے بجائے "اختصاص" کی تعبیر اختیار کی ہے۔ جیسا کہ ان ساری باتوں کی تفصیلات اوپر مذکور ہوئیں۔

حق کی یہ تعریف ایسی ہے جو مالی معاملات میں حق پر بھی صادق آتی ہے، البتہ خاص مالی حقوق کی تعریف ذکر کرنا بھی فائدے سے خالی نہیں ہو گا۔ مالی معاملات سے متعلق حقوق مالیہ کی تعریف یوں کی گئی ہے:

الحق الذي يتعلق بالمال أو منافعه .[51]

"وہ حق جس کا تعلق مال یا مال کے منافع سے ہو۔

قدیم اور جدید اہلِ علم کی تعریفات کا ایک سرسری تقابلی جائزہ:

جیسا کہ ما قبل میں تفصیل سے ذکر ہوا کہ قدیم اہلِ علم میں سے اکثر حضرات نے حق کی باقاعدہ لگی بندھی اصطلاحی تعریف نہیں کی ہے، بلکہ اس سے وہی لغوی معنیٰ میں مراد لیا ہے جو عام طور پر حق کا لفظ سنتے ہی انسان کے ذہن میں آتا ہے۔ اگر چہ ان میں سے قاضی ابو الحسین مروزی نے پورے اہتمام سے تمام فقہی اور فنی تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے حق کی ایک بہترین تعریف کی ہے جو حق کے تقریباً تمام بنیادی عناصر پر مشتمل ہے۔ جبکہ اس کے مقابلے میں جدید اہلِ علم سے کافی کثرت اور کافی اہتمام کے ساتھ حق کی تعریفات منقول ہیں، جس کی ایک وجہ اس کو

---

[50] الخولي، الدكتور أحمد محمود، **نظرية الحق بين الفقه الإسلامي والقانون الوضعي**، (مصر: دار السلام، القاهرة، الطبعة الأولى، ١٤٢٣-٢٠٠٣ء)، ٤٩

[51] الزحيلي، الدكتور وهبة، **الفقه الإسلامي وأدلته**، (دمشق: دار الفكر، الطبعة الثانية، ١٤٠٨/١٩٨٥ء)، ٤: ١٨

قرار دیا گیا ہے کہ چونکہ قدیم اہلِ علم سے اس سلسلے میں کم تعریفات منقول تھیں، اس لئے جدید حضرات میں سے ہر ایک نے اپنے طور پر اور اپنے علمی استعداد کے مطابق حق کی تعریف کرنے کی کوشش کی ہے۔[52]

اگر ہم عام متقدمین اور متاخر اہل علم کی طرف سے کی گئی حق کی تعریفات کا جائزہ لیں تو ہمیں ان میں درج ذیل نمایاں فرق نظر آتے ہیں۔

(الف) متقدمین میں سے اکثر حضرات نے اسے محض اس کے لغوی معنی (ثابت یا واجب) کے طور پر استعمال کیا ہے، اور اس کی دیگر تفصیلات کی طرف توجہ نہیں کی ہے، جبکہ اس کے برعکس چونکہ زمانہ مابعد میں (بالخصوص معاصر وضعی قوانین کی روشنی میں) حق کو ایک موضوعی حیثیت حاصل ہوگئی، اس وجہ سے متأخر اہلِ علم نے اس موضوع کو باقاعدہ تحقیق کا موضوع بنایا اور اس پر مستقل کتابیں لکھیں۔[53]

(ب) متاخر اہلِ علم کی تعریفات حق کے تمام بنیادی عناصر (جوہر، محل، ماخذ،، مقصد وغیرہ) پر مشتمل ہیں، اور اس میں خاص طور پر اختصاص کو زیادہ نمایاں کیا گیا ہے، جبکہ متقدمین کی طرف سے کی گئی تعریفات میں ان سارے عناصر کا احاطہ نہیں کیا گیا ہے۔

(ج) کسی بھی علمی اصطلاح کی بہترین تعریف وہ سمجھی جاتی ہے جو جامع مانع بھی ہو، اور اس میں حتیٰ الامکان اختصار سے بھی کام لیا گیا ہو، اس نقطہ نظر سے ہم دیکھیں تو ہمیں متقدمین میں سے علامہ قاضی ابو الحسین مروزی شافعیؒ کی، اور متاخرین میں سے علامہ مصطفیٰ الزرقاء کی تعریفات بہترین محسوس ہوتی ہیں۔ جیسا کہ اس کی تفصیلات ماقبل میں گزر چکی ہیں۔

(د) متقدمین میں سے اکثر حضرات فقہاء نے حق کی اصطلاح کو ''حق الملک'' (کسی کی مملوکہ زمین گھر وغیرہ کی بنیاد پر اس کو جو حقوق حاصل ہوتے ہیں جیسا کہ گزرنے کا راستہ، زرعی زمین کو سیراب کرنے کے لئے پانی لیجانے کا نالہ وغیرہ) کے لئے استعمال کیا ہے، جیسا کہ فقہ حنفی کی کتابوں میں کتاب البیوع میں ''باب الحقوق'' کے عنوان سے اس قسم کے مسائل زیرِ بحث لائے گئے ہیں۔ جبکہ متاخرین اہلِ علم نے اس کو ایک مطلق طور پر مراد لیا ہے، کہ کسی کا حق جو کسی اور کے ذمہ لازم آتا ہو خواہ وہ کسی بھی نوعیت کا ہو۔ جیسا کہ اس کی ایک مثال ہمیں علامہ سنہوری کی کتاب

---

[52] العمري، سامرة محمد حامد، أطروحة الدكتوراه بعنوان، حق الانتفاع وتطبيقاته المعاصرة دراسة مقارنة في الفقه الإسلامي، سنة، ۲۰۰۹ء

[53] مثلاً ڈاکٹر عبد الرزاق السنہوری کی کتاب، مصادر الحق في التشريع الإسلامي، ڈاکٹر أحمد محمود الخولي کی کتاب، نظرية الحق بين الفقه الإسلامي والقانون الوضعي وغیرہ۔

"مصادر الحق فی التشریع الاسلامی" میں نظر آتی ہے، کہ انہوں نے اس کتاب میں مطلق حق کے ثبوت کے مصادر (Sources) ذکر کئے ہیں۔

خلاصہ کلام:

"حق" کے بارے میں ماقبل میں تفصیل سے متقدمین اور متاخرین اہلِ علم کے ذکر کردہ اقوال کی روشنی میں اس بحث کو یوں سمیٹا جاسکتا ہے کہ شرعی طور پر کسی بھی چیز کے "حق" ہونے کے لئے درج ذیل عناصر کا پایا جانا ضروری ہے، ان عناصر کی موجودگی سے "حق" کا وجود اور تحقق ہو گا، اور ان میں سے کسی ایک کے فقدان کی صورت میں کسی چیز کو "حق" قرار نہیں دیا جائے گا۔

- یہ کہ وہ حق شرعی طور پر ثابت ہو، اگر کسی چیز کا شریعت نے اعتبار نہ کیا ہو تو وہ "حق" نہیں ہو گا۔
- اس کے ساتھ کوئی فائدہ متعلق ہو۔ ضرر وغیرہ کو حق نہیں قرار دیا جاسکتا۔
- اس میں اختصاص (privilege) کا عنصر پایا جائے، کہ وہ صاحب حق کے ساتھ ہی خاص ہو۔
- اس کی بنیاد پر صاحبِ حق کو کسی شخص یا کسی چیز پر ولایت (تصرف کا اختیار) حاصل ہو جائے، یا اس کے ساتھ کوئی ذمہ داری لاحق ہو جائے۔
- وہ حق قابلِ تصرف ہو۔

ماہرینِ قانون کے نزدیک حق کی تعریف:

سب سے پہلے اس بات کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ اہلِ قانون کے ہاں "حق" کا تعلق دیوانی قوانین سے ہے، اور بالخصوص مالی قوانین سے متعلق مقدمہ (preamble) میں اس کا تذکرہ ہوتا ہے۔ جس کی بناء پر ہمارے سامنے فقہاء اور قانون دانوں کے درمیان حق سے متعلق اختلاف میں ایک بنیادی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ مسلم فقہاء کے نزدیک حق ایک وسیع مفہوم رکھتا ہے، جو کہ حقوق اللہ کو بھی شامل ہے، اس کے برعکس قانون دانوں کے نزدیک چونکہ اس کا تعلق دیوانی قوانین سے ہے اس لئے اس کا تعلق صرف انسان کی حد تک مانتے ہیں، حقوق اللہ پر اس کے اطلاق سے قانون دانوں کو غرض نہیں۔[54]

---

[54] الدکتور أحمد محمود، **نظریة الحق بین الفقه الإسلامي والقانون الوضعي**،(مصر:ومابعدها دار السلام القاهرة، الطبعة الأولی، ۱۴۲۳/۲۰۰۳ء)،۱۹

اس تمہیدی بیان کے بعد جب ہم قانون دانوں کے ہاں "حق" کی تفصیلات دیکھتے ہیں تو ہمیں اس حوالے سے درج ذیل چار مشہور نظریئے ملتے ہیں:

۱۔ نظریہ مبنی بر ارادہ (The Will Theory)

۲۔ نظریہ مبنی بر فائدہ (The Interest Theory)

۳۔ کسی ایک عنصر والا نظریہ (The Any-Incident Theory)

۴۔ متعدد فنکشن والا نظریہ (The Several Functions Theory)

ذیل میں ہم ان چاروں نظریات کی وضاحت اور ان کے بارے میں مختصر تبصرہ درج کر کے ان میں سے راجح نظریئے کی تعیین کریں گے انشاء اللہ۔

۱۔ نظریہ مبنی بر شخصی ارادہ (The Will Theory)

اس نظریہ کے مطابق حق کی تعریف کا خلاصہ یہ ہے کہ اس میں صاحب حق کے ارادے کو ملحوظِ نظر رکھا جاتا ہے۔ مختصر لفظوں میں اس مکتبِ فکر کی نمائندگی عربی میں درجِ ذیل تعریف سے ہوتی ہے:

''قدرة أو سلطة إرادية يخولها القانون لشخص''[55]

"یہ ایک ایسا ارادی طاقت اور اختیار ہے جو قانون کسی شخص کو بخشتا ہے۔"

اس مکتبِ فکر کو المذهب الشخصي (انفرادی مکتبِ فکر والا نظریہ) کہا جاتا ہے، کیونکہ اس کا سارا دار و مدار فرد ہی کے گرد گھومتا ہے جیسا کہ اس نظریہ کے سرخیل حضرات میں Hart اس کے بنیادی مقدمے سے متعلق لکھتے ہیں:

"The individual who has the right is a small scale sovereign to whom the duty is owed"[56]

"حقدار فرد ایک چھوٹا پیمانہ ہے جو اس شخص پر مسلط ہوتا ہے جس کے ذمہ وہ حق لازم ہو۔"

[55] الملكية في الشريعة الإسلامية، للدكتور عبد السلام العبادي، (عمان: طبع وزارة الأوقاف الطبعة الأولى، ۱۳۹۴ھ - 1974م.)، ۱: ۱۰۳ الأردن. عن محاضرات في النظرية العامة للحق الشيخ أحمد أبو سنة، ونظرية الحق، للدكتور جميل الشرقاوي، ۱۲-۲۷، وغيرهما. نقلا عن مجلة مجمع الفقه الإسلامي، ۵: ۱۸۵۵، بحث، الدكتور عجيل جاسم النشمي.

[56] H.L.A. Hart, *Essays on Bentham* (Oxford: Oxford University Press, 1982), p.183 Quted from Wenar, L. (2005).

اس نظریہ کی خصوصیات سے متعلق کہتے ہیں:

The attraction of the will theory is that it reserves for rights the special role of securing dominion over significant spheres of action. Many important rights do endow rightholders with this kind of discretion, and so serve the freedom of those who hold them. The connection between rights and freedom, so powerful in modern politics, is for will theorists a matter of definition.[57]

"شخصی ارادے پر مبنی اس نظریہ میں دلچسپی کا باعث ایک امر یہ ہے کہ اس نظریہ کے مطابق "حق" صاحبِ حق کے لئے یہ خصوصی کردار ادا کرتا ہے کہ اس کو مختلف نوعیت کے کام کرنے کا تسلط اور اختیار فراہم کرتا ہے۔ متعدد اہم حقوق اپنے حقداروں کو اس نوعیت کا خصوصی امتیاز مرحمت کرتے ہیں، اور اس بنیاد پر ان کی آزادی کو تحفظ بخشتے ہیں۔ حقوق اور آزادی کے درمیان یہ تعلق (جو کہ موجودہ سیاسیات میں انتہائی مضبوط ہو گیا ہے) اس مکتب فکر والوں کے لئے مزید وضاحت کا ایک ذریعہ بن گیا ہے۔"

اس نظریئے کے نمایاں قائلین درج ذیل ہیں:

- Immanuel Kant (1724 – 1804)
- Friedrich Carl von Savigny (1779 – 1861)
- Hans Kelsen (1881 – 1973)
- H. L. A. Hart (1907 – 1992)
- Carl Wellman (? –)
- Hillel Steiner (1946 –[58]

حق کی تعریف سے متعلق اس نظریہ پر شدید تنقید کی گئی ہے جس میں بنیادی طور پر درجِ ذیل دو باتیں بہت اہم ہیں:

ا۔ یہ کہ اس تعریف میں "حق" کو ارادے کے ساتھ مقید کیا گیا ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حق صرف وہ ہے جو ارادے کی صلاحیت رکھنے والوں کے لئے ثابت ہو۔ اس پر اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ شریعتِ مطہرہ میں اور معاصر قانون دونوں میں ایسے حضرات کے لئے بھی حقوق رکھے گئے ہیں جو کہ صاحبِ ارادہ نہیں ہیں، جیسے کہ

[57] Wenar, L. (2005). The nature of rights. *Philosophy and Public Affairs*, 33 (3), p.238

[58] Cole-Albäck, A. (2014). *The nature and function of rights: from Hohfeld (1913) to Wenar (2013).* PowerPoint presentation,page: 10, CREC Learning Circle, Birmingham 14 October 2014.

چھوٹے بچے، مجنون اور جانور وغیرہ۔ اگر ہم "حق" کی اس تعریف کو مان لیں تو اس سے لازم آئے گا کہ ارادے کی صلاحیت نہ رکھنے والوں کے لئے ثابت شدہ حقوق حق کی قانونی تعریف کے زمرے میں نہیں آتے، جس سے تعریف کی جامعیت(Exclusiveness) پر سوال پیدا ہو گا۔

Neil MacCormick لکھتے ہیں:

The limitations of the will theory are also evident in its inability to account for the rights of incompetent (e.g., comatose) adults, and of children.[59]

" شخصی ارادے پر مبنی نظریئے کی محدودیت کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ اس کے اندر غیر مجاز حضرات (جیسے بیہوش بالغ حضرات، اور بچے) کے حقوق کو تعریف میں سمونے کی صلاحیت نہیں ہے۔"

لہذا بجاطور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ "حق" کی یہ تعریف ناقص اور نامکمل ہے۔

۲۔ اس تعریف میں حق کا مرکزی عنصر شخصی ارادے کو قرار دیا گیا ہے، حالانکہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان کے لئے کوئی حق ثابت ہوتا ہے جبکہ انسان کی نیت اور ارادے کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔ جیسا کہ میراث کی صورت میں ہوتا ہے، مثلاً کسی شخص کا والد فوت ہو جائے تو اس والد کا ترکہ شرعی ضوابط کے مطابق اس کو ملے گا۔ یہ میراث اس کا لازمی حق ہے، لیکن اس کے ثبوت کے لئے وارث کا نہ کوئی ارادہ ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی اختیار۔

اسی وجہ سے فقہاء کرام لکھتے ہیں کہ میراث ایک جبری حق ہے، علامہ ابن نجیمؒ فرماتے ہیں:

لا يدخل في ملك الإنسان شيء بغير اختياره إلا الإرث اتفاقا[60]

"کسی انسان کی ملکیت میں اس کے اختیار کے بغیر کوئی چیز داخل نہیں ہوتی، سوائے میراث کے بالاتفاق۔"

اسی طرح جتنے بنیادی حقوق(Fundamental Rights) ہیں، وہ بھی انسان کے ارادے اور اختیار کے بغیر اس کے لئے ثابت ہوتے ہیں۔

اگر حق کی ہم یہ محدود تعریف مان لیں تو پھر اس نوعیت کے سارے حقوق اس کے زمرے سے نکل جائیں گے۔ اس لئے "حق" کی (The Will Theory) والی تعریف کو قبول نہیں کیا گیا ہے۔

---

[59] Neil MacCormick, *Legal Right and Social Democracy* (Oxford: Oxford University Press, 1982), pp.154–66. Quoted From Wenar, L. (2005).

[60] ابن نجیم، زین الدین بن إبراهیم بن محمد، الأشباه والنظائر لابن نجیم، (بیروت، لبنان: دار الكتب العلمية، الطبعة: الأولى، ۱۴۱۹ھ – ۱۹۹۹ م)، ۱: ۲۹۹

۲۔ نظریہ مبنی بر فائدہ (The Interest Theory)

اس نظریئے کا خلاصہ یہ ہے کہ اس میں "حق" کی تعریف کا دار و مدار صاحبِ حق کے فائدے اور بھلائی پر رکھا گیا ہے، انگریزی میں اس کی تعریف یوں کی گئی ہے:

The interest theory holds that the single function of rights is to further their holders' interests. More specifically, rights are those incidents whose purpose is to promote the well-being of the rightholder.[61]

نظریہ مبنی بر فائدہ یہ قرار دیتا ہے کہ حق کا واحد فعل یہ ہے کہ وہ اپنے حقداروں کے فائدے کو زیادہ حد تک لیجائے۔ اس تعریف کو مزید خاص کر کے یہ کہا جاسکتا ہے کہ حق ان عناصر کو کہا جاتا ہے جن کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے مالکانِ حقوق کی بھلائی کو مزید ترقی دے۔

اس نظریئے کے قائلین میں درج ذیل افراد نمایاں شہرت کے حامل ہیں:

- Jeremy Bentham (1748 – 1832)
- Rudolf von Ihering (1818 – 1892)
- Joseph Raz (1939 –
- Neil MacCormick (1941 – 2009)
- Michael Freeman (? –
- John Eekelaar (1942 –
- Matthew Kramer (1959 –[62]

اس نظریہ کے اوپر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ بعض مرتبہ انسان کے لئے کوئی حق ثابت ہوتا ہے، لیکن اس حق سے انسان کی اپنی کوئی بھلائی یا فائدہ وابستہ نہیں ہوتا، بلکہ اس سے عمومی طور پر پورے معاشرے یا ایک مخصوص طبقے کا فائدہ متعلق ہوتا ہے، مثال کے طور پر ایک جج کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی قیدی کو جیل کی سزا سنائے، ایک ٹریفک سپاہی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ قانون کی خلاف ورزی پر کسی کو جرمانہ کرے، اسی طرح فوج کے ایک کپتان کو حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ جنگ کے دوران اپنے ماتحت یونٹ کو حکم دے۔ یہ سارے پیشہ ورانہ حقوق ہیں جو ان لوگوں

---

[61] Wenar, L. (2005). The nature of rights. *Philosophy and Public Affairs,* 33 (3), p.240-241.

[62] Cole-Albäck, A. (2014). *The nature and function of rights: from Hohfeld (1913) to Wenar (2013).* PowerPoint presentation,page: 12, CREC Learning Circle, Birmingham 14 October 2014.downloaded from the website:

کو حاصل ہیں، لیکن ان میں خاص جج، ٹریفک سپاہی اور کپتان کا فائدہ نہیں ہوتا، بلکہ اس کا فائدہ عمومی طور پر معاشرے کو جاتا ہے۔ اس کے نتیجے کے طور پر Wellman لکھتے ہیں:

In each of these cases the right is ascribed in order to benefit parties beside the rightholder. The existence of such roledefining rights establishes that the interest theory is implausibly narrow.[63]

"ان ساری حالتوں میں حق کو اس طرح منسوب کیا گیا ہے کہ وہ مالکان حقوق کے ساتھ ساتھ دوسرے لوگوں کو فائدہ پہنچائے۔ کار منصبی کی وضاحت کرنے والے اس نوعیت کے حقوق کی موجودگی اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ نظریہ مبنی بر مصلحت غیر معقول طور پر تنگ ہے۔"

اس تعریف پر دوسرا اشکال یہ کیا گیا ہے کہ کسی چیز کی تعریف اس کی اصل ماہیت اور حقیقت بیان کرنے سے واضح ہوتی ہے، نہ کہ اس کے مقاصد اور فوائد کے بیان کرنے سے۔ اس تعریف میں حق کی تعریف فائدے کے طور پر کی گئی ہے، جو کہ حق کی حقیقت اور ماہیت نہیں ہے، بلکہ اس پر مرتب ہونے والا فائدے کا تذکرہ ہے، اس لئے حق کی یہ تعریف بھی درست نہیں ہے۔[64]

۳۔ کسی ایک عنصر والا نظریہ (The Any-Incident Theory)

یعنی ماہر مغربی قانون دان Hohfeld نے جو چار عناصر / اجزاء(*Incidents*) ذکر کئے ہیں ان میں سے کوئی ایک یا ان میں سے متعدد کا مجموعہ جہاں پایا جائے وہ حق ہے۔

اس تعریف کو سمجھنے سے قبل ہمیں ھوھفیلڈ کے چار عناصر (Hohfeldian incidents) سمجھنے ہوں گے۔ ذیل میں ہم اس کی مختصر وضاحت درج کرتے ہیں۔

۱۔ استحقاق / امتیاز(Privilege)

یعنی وہ خاص چیز جس کا کسی انسان کو استحقاق اور امتیاز حاصل ہو۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ جیسے پولیس کا ایک آفیسر جو انتہائی مطلوب ملزم کی تلاش میں ہو، اور وہ ملزم ایک مکان میں ہو، جس کا دروازہ اس نے اپنے پیچھے بند کیا ہوا ہو، تو

---

[63] See Wellman, *A Theory of Rights*, pp. 25–26; Peter Jones, *Rights* (New York: St. Martin's, 1994), pp.31–32. Quoted from Wenar, L. (2005).

[64] الخولي، الدكتور أحمد محمود، **نظرية الحق بين الفقه الإسلامي والقانون الوضعي**،(مصر: دار السلام القاهرة ، الطبعة الأولى، ۱۴۲۳-۲۰۰۳ء)، ۲۵

اس پولیس آفیسر کو یہ خصوصی امتیاز حاصل ہے کہ وہ ملزم کے تعاقب میں اس مکان کا دروازہ توڑ کر اس مکان کے اندر داخل ہو جائے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ویسے تو ہر شہری کی یہ قانونی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ کسی دوسرے شہری کے مکان کا دروازہ اس کی رضامندی کے بغیر نہ توڑے۔ لیکن اس خاص صورت میں پولیس افسر کو یہ خصوصی امتیاز استحقاق حاصل ہے کہ وہ اس ذمہ داری سے مستثنیٰ ہو کر ملزم کے مکان کا دروازہ اس کی اجازت کے بغیر بھی توڑ سکتا ہے۔

آسان لفظوں میں اسے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایک عمومی حکم سے کسی کو مستثنیٰ کر کے اسے کوئی خصوصی امتیازی حکم دینا۔ اس قسم کے حق کو ھوھفیلڈ (privilege) کا نام دیتا ہے، دوسرے لفظوں میں اسے "liberty" (آزادی، مختاری، چھٹی) اور license (اجازت نامہ، حکمنامہ) بھی کہا جاسکتا ہے۔ [65]

۲۔ مطالبہ / دعویٰ (Claims)

جس میں صاحبِ حق کو کسی اور شخص سے مطالبہ اور دعویٰ ہو۔ اس کی وضاحت درج ذیل عبارت سے کی گئی ہے:

We assert not only that "A has a right to phi," but that "A has a right that B phi." This second fundamental form of rights-assertion often implies not a lack of a duty in the rightholder A, but the presence of a duty in a second party B.[66]

یہاں ہم صرف اس بات کا دعویٰ نہیں کرتے کہ A کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ یہ کام کرے، بلکہ اس بات کا دعویٰ ہے کہ A کو یہ حق حاصل ہے کہ B اس کے لئے یہ کام کرے۔ حق جتانے کی یہ دوسری صورت صرف اس بات پر روشنی نہیں ڈالتی کہ اس میں صاحبِ حق یعنی A کی ذمہ داری کم کر دی گئی ہو، بلکہ اس سے ایک دوسرے فریق B کے ذمہ ایک ذمہ داری کا ثبوت ہوتا ہے۔

اسکی کچھ مثالیں یوں دی گئی ہیں:

Your right that I not strike you correlates to my duty not to strike you. Your right that I help you correlates to my duty to help you. Your right that I do what I promised correlates to my duty to do what I promised.[67]

" آپ کا یہ حق کہ میں آپ سے نہ ٹکراؤں کے لئے یہ لازم ہے کہ یہ میری ذمہ داری ہو گئی کہ میں آپ سے نہ ٹکراؤں۔ آپ کا یہ حق کہ میں آپ کی مدد کروں کے لئے لازم ہے کہ یہ میری ذمہ داری بن جائے کہ میں آپ

[65] Wenar, L. (2005). The nature of rights. *Philosophy and Public Affairs,* 33 (3), p.226.
[66] Wenar, L. (2005). The nature of rights. *Philosophy and Public Affairs,* 33 (3), p.229.
[67] دیکھئے See Gopal Sreenivasan, "A Hybrid Theory of Claim Rights," *Oxford Journal of Legal Studies* 25 [forthcoming, 2005].

کی مدد کروں۔ آپ کا یہ حق کہ میں آپ کے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا کروں اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ یہ میری ذمہ داری بن جائے کہ میں آپ کی مدد کروں۔"

بعض حقوق استحقاق کے زمرے میں آتے ہیں، اور بعض حقوق دعویٰ اور مطالبہ کے زمرے میں آتے ہیں۔ کچھ مشہور حقوق ایسے ہیں جو استحقاق اور دعویٰ دونوں کا مجموعہ ہوتے ہیں۔ اس کی مشہور مثال یوں دی جاتی ہیں کہ متحدہ ریاستہائے امریکہ کے قانون میں گرفتار شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ پولیس کے سامنے خاموش رہے۔ اب یہ اس شخص کا استحقاق اور امتیازی خصوصیت ہے، کہ ویسے تو قانون ہر شخص پر پولیس کے احکامات پر عمل لازمی قرار دیتا ہے، لیکن اس شخص کو یہ امتیاز بخشا گیا ہے کہ وہ پولیس افسر کی بات نہ مانتے ہوئے خاموش رہ سکتا ہے۔ نفس الوقت میں یہ اس کا مطالبہ بھی ہے کہ کوئی پولیس افسر اس پر زبردستی نہیں کر سکتا کہ وہ اس کے سامنے جرم کا اقرار کرے۔

دونوں کے درمیان مختصر لفظوں میں فرق یوں کیا جا سکتا ہے کہ Privilege کو استثناء اور امتیازی خصوصیت کا حق قرار دیا جاتا ہے(RIGHTS OF EXEMPTION OR DISCRETION)، جبکہ Claim کو حفاظت، مہیا کاری اور انجام دہی کا حق قرار دیا جاتا ہے (RIGHTS OF PROTECTION, PROVISION, OR PERFORMANCE).

۳۔اختیارات(Powers)

وہ اختیارات جن کی بنیاد پر مطالبہ وجود میں آتا ہے، یعنی ماقبل میں جو ہم نے دو چیزیں ذکر کیں (استحقاق اور مطالبہ) ان دو چیزوں کو وجود میں لانے کے لئے یہ روبہ عمل لایا جاتا ہے۔ اس تناظر میں اختیارات کی تعریف یوں کی گئی ہے:

To have a power is to have the ability within a set of rules to create, waive, or annul some lower-order incident(s).[68]

"ایک مجموعہ قواعد کے تحت اس بات کی اہلیت کہ سابقہ ذکر کردہ عناصر (امتیازی استحقاق / مطالبہ) کو وجود میں لایا جا سکے، یا ان سے دستبردار ہو سکے، یا ان کو منسوخ کیا جائے۔"

جیسے ایک شخص کسی کو مثلاً ایک لاکھ روپیہ دینے کا وعدہ کرے، تو اب میری ذمہ داری ہے کہ میں اس شخص کو یہ رقم ادا کروں۔ اب اس وعدہ سے قبل میرے اوپر کوئی ذمہ داری نہیں تھی اور نہ ہی اس دوسرے شخص کو

68 Wenar, L. (2005). The nature of rights. *Philosophy and Public Affairs*, 33 (3), p.231.

مجھ سے مطالبہ کا کوئی حق تھا۔ لیکن مجھے کسی سے بھی وعدہ کرنے کا اختیار حاصل تھا، اب میں نے اپنے اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے وعدہ کیا۔ تو وعدہ کے نتیجے میں میرے اوپر ذمہ داری آگئی، اور جس شخص سے وعدہ کیا ہے اس کو مطالبہ کا حق حاصل ہوا۔

۴۔رعایت (Immunities)

قانونی اصطلاحات کی تعریف اور وضاحت کی مشہور ویب سائٹ (www.law.com) میں اس کی تعریف یوں کی گئی ہے:

Exemption from penalties, payments or legal requirements, granted by authorities or statutes.[69]

"جرمانے، ادائیگیوں اور قانونی ضروریات سے وہ استثناء جو حکام یا قانون کے ذریعہ عطاء کی جاتی ہے۔"

اس کے بعد اسی ویب سائٹ میں اس(Immuniti) کی درج ذیل چار قسمیں ذکر کی گئی ہیں۔

a) A promise not to prosecute for a crime in exchange for information or testimony in a criminal matter.
b) Public officials' protection from liability for their decision.
c) Governmental (or sovereign) immunity which protects government agencies from lawsuits unless the government agreed to be sued.
d) Diplomatic immunity which excuses foreign ambassadors from most U.S criminal laws.

۱۔ کسی مجرمانہ معاملے میں تبادلہ معلومات یا بیان حلفی کی بناء پر اس جرم کا مقدمہ نہ چلانے کا وعدہ۔

۲۔ سرکاری اہلکاروں کو ان کے فیصلوں کی ذمہ داری / جوابدہی سے حفاظت۔

۳۔ سرکاری (یا اعلیٰ اختیارات والی) مراعات، جو سرکاری ایجنسیوں کو مقدمات کا سامنا کرنے سے تحفظ دیتی ہیں، تاوقتیکہ سرکار ان کے خلاف مقدمہ چلانے پر راضی نہ ہو جائے۔

۴۔ سفارتی مراعات، جو غیر ملکی سفیروں کو امریکہ کے اکثر فوجداری قوانین سے بری الذمہ قرار دیتی ہیں۔[70]

جبکہ (LEIF WENAR) نے اپنے تحقیقی مقالے(The Nature of Rights) میں درج ذیل عبارت کے ذریعہ اس کی وضاحت کی ہے:

---

[69] https://dictionary.law.com/Default.aspx?selected=897
[70] https://dictionary.law.com/Default.aspx?selected=897

One person has an immunity whenever another person lacks the ability within a set of rules to change her normative situation in a particular respect. Rights that are immunities, like many rights that are claims, entitle their holders to *protection* against harm or paternalism.[71]

کہ ایک آدمی کو رعایت اس وقت حاصل ہوتی ہے جبکہ ایک دوسرے آدمی میں قواعد کی رو سے اس بات کی اہلیت کا فقدان ہو کہ وہ کسی مخصوص زاویے سے اپنی معیاری حالت کو تبدیل کر سکے۔ وہ حقوق جو مراعات کے قبیل سے ہیں وہ اپنے مالکان کو نقصان اور پدر رایت [72] سے تحفظ بخشتے ہیں، جیسا کہ ان حقوق میں ہوتا ہے جو دعویٰ اور مطالبہ کی قبیل سے ہیں۔

اس کے بعد انہوں نے اسے سمجھانے کے لئے ایک آسان اور بہترین مثال دی ہے:

A professor has the right to teach and research at her university. A tenured professor has the right that her university not annul her rights to teach and research. The right of tenure is an immunity. The tenured professor's right corresponds to the university's lack of a right (power) to fire her.[73]

کہ ایک پروفیسر کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ اپنی یونیورسٹی میں پڑھائے اور تحقیق کرے۔ ایک مستقل پروفیسر (جس نے مخصوص مدت کے لئے معاہدہ کیا ہو) کو اس بات کا بھی حق حاصل ہے کہ اسکی یونیورسٹی اس کے پڑھانے اور تحقیق کرنے کے حق کو منسوخ نہ کرے۔ پروفیسر کا یہ عہد / میعاد immunity کہلاتا ہے۔ ایک مستقل پروفیسر کے اس حق کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یونیورسٹی کے پاس اس کو نکالنے کے اختیارات نہیں ہیں۔

تو یہ چار تصورات ہوگئے جنہیں معاصر قانون دانوں کی زبان میں (Hohfeldian incidents) کہا جاتا ہے۔ حق کی تعریف کے سلسلے میں تیسرا نظریہ (*The Any–Incident Theory*) کا ہے، کہ جہاں پر ان چاروں عناصر (*Privilege, claim, power, immunity*) میں سے کوئی ایک پایا جائے یا ان میں سے دو یا دو سے زیادہ کا مجموعہ پایا جائے تو وہ "حق" ہے۔

سابقہ دو نظریات کے مقابلے میں اس نظریہ کو پسند کیا گیا ہے، اس کی سب سے بڑی خوبی اس کی جامعیت (inclusiveness) ہے، لیکن اس کی خامی حد سے زیادہ جامعیت (over–inclusiveness) ہے، کیونکہ اس کی رو

---

[71] Wenar, L. (2005). The nature of rights. *Philosophy and Public Affairs*, 33 (3), p.232

[72] Paternalism: when people in authority think or act in a way which results in them making decisions for other people which are often to their advantage but which prevent those people from taking responsibility for their own lives. (Cambridge Advanced Learner's Dictionary, Third Edition)

[73] Wenar, L. (2005). The nature of rights. *Philosophy and Public Affairs*, 33 (3), p.232

سے ہر (incident) حق کے زمرے میں آتا ہے، حالانکہ کچھ (incidents) ایسے بھی ہوسکتے ہیں جن کے ساتھ کوئی(FUNCTION) متعلق نہیں ہوتا۔

اسکی ایک مثال Hart نے یوں دی ہے:

> Your city council lacks the power to award you a pension. By the definition of the immunity, you therefore have an immunity against your city council's awarding you a pension. But it would be odd, to hear you say that you have a *right* that your city council not award you a pension. Here we have an incident—an immunity—that does not perform any of the six functions. In particular, this immunity does not provide protection. What is more, this incident does not appear to be a right. Yet the any-incident theory says that all incidents are rights, and so the any-incident theory fails by including this immunity within the class of rights.[74]

یعنی آپ کی سٹی کونسل کو اس بات کا اختیار نہیں ہے کہ وہ آپ کو پنشن عطاء کرے۔ immunity کی تعریف کو دیکھتے ہوئے سٹی کونسل کا آپ کو پنشن نہ دینا اس کے خلاف آپ کی ایک immunity ہے، لیکن یہ عجیب بے جوڑ بات ہوگی کہ آپ یہ کہیں کہ یہ میرا حق ہے کہ سٹی کونسل مجھے پنشن نہ دے۔ اب یہاں ایک immunity ہے لیکن وہ آپ کو چھ فنکشنز، بالخصوص کوئی تحفظ، فراہم نہیں کرتی۔ اس لئے ایسا نہیں لگتا کہ یہ immunity آپ کا "حق" ہے، اس لئے یہ کہنا درست ہوگا کہ any-incident theory ناکام ہوگئی ہے، کہ اس قسم کی immunity کو بھی حق کے زمرے میں شامل کرتا ہے۔

۴۔ متعدد فنکشن والا نظریہ: (The Several Functions Theory)

یعنی حق کے چھ افعال ہیں، جہاں پر بھی سابق میں ذکر کردہ چار تصورات میں سے کوئی ایک تصور اس حالت میں پایا جائے کہ وہ درج ذیل چھ افعال میں سے کوئی ایک یا متعدد سرانجام دے رہا ہو تو وہ حق ہے۔ وہ چھ افعال یہ ہیں:

(الف) (استثناء) exemption

(ب) (تمیز، امتیاز) Discretion

(ج) (اختیار نامہ، جواز) authorization

(د) (تحفظ، پناہ) protection

[74] Hart, pp. 191–92; see also Lyons, *Rights,Welfare*, p. 11; Simmonds in *DOR*, pp.153–54.

(ھ) (فراہمی، مہیاکاری) provision

(و) انجام دہی، بجاآوری performance

اس نظریئے کی بہترین وضاحت LEIF WENAR نے درجِ ذیل عبارت سے کی ہے:

The several functions theory holds that any incident or combination of incidents is a right, but only if it performs one or more of the six functions. In other words, all (combinations of) incidents are rights so long as they mark exemption, discretion, or authorization, or entitle their holders to protection, provision, or performance. Only those (combinations of) incidents that perform at least one of the six specific functions are rights.[75]

"متعدد افعال والا نظریہ یہ کہتا ہے کہ (اوپر ذکر کردہ چار تصورات میں سے) کوئی ایک تصور یا کئی تصورات کا مجموعہ حق ہے، لیکن صرف اس وقت جب کہ جب وہ مذکورہ بالا چھ افعال میں سے کوئی ایک فعل یا متعدد افعال سر انجام دیتا ہو۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ھوفیلڈ کے سارے عناصر (یا ان کا مجموعہ) "حق" ہے، لیکن اس وقت کہ جب وہ استثناء، تمیز یا جواز پیدا کریں، یا وہ اپنے مالکان (حقوق ہولڈرز) کو تحفظ، مہیاکاری یا بجاآوری کا مستحق بنائیں۔ "حق" صرف وہ عنصر یا مجموعہ عناصر ہے جو مذکورہ بالا چھ افعال میں سے کم از کم ایک فعل سر انجام دے رہا ہو۔"

راجح نظریہ:

Wenar نے "حق" کی تعریف کے سلسلے میں اسی مؤخر الذکر نظریہ کو ترجیح دی ہے، کیونکہ اس میں ایک تو مکمل جامعیت ہے، دوسرے نمبر پر اس میں فنکشن کی قید لگا کر صرف ان (incidents) کو "حق" تسلیم کیا گیا ہے جو سابقہ ذکر کردہ چھ افعال (Functions) میں سے کوئی ایک فعل سر انجام دیتا ہو۔ اگر چہ اس تعریف کی عملی تطبیق (بالخصوص انسانی حقوق Human rights کے حوالے سے) ابھی تک خود Wenar کے نزدیک بھی واضح نہیں ہے، وہ بحث کے آخر میں لکھتے ہیں:

'a settled understanding of human rights is as yet beyond our collective grasp'[76]

یعنی انسانی حقوق کا ایک منضبط فہم ابھی تک ہماری اجتماعی گرفت سے باہر ہے۔

[75] Wenar, L. (2005). The nature of rights. *Philosophy and Public Affairs*, 33 (3), p.246.

[76] Wenar, L. (2013).research paper titled: The nature of+ claim-rights. *Ethics*, 123 (2), p.225

اس کے برعکس Cole-Albäck تکثیریت قانونی (Legal pluralism) کے نظریہ کو ترجیح دی ہے، وہ لکھتے ہیں:

Legal pluralism is becoming a more common concept in the current rights discourse.

یعنی تکثیریت قانونی کا نظریہ "حق" کے سلسلے میں عصرِ حاضر میں سب سے زیادہ عمومی تصور والا نظریہ ہوتا جارہا ہے۔

خلاصہ کلام:

یہ ہے کہ معاصر اہلِ قانون کی نظر میں "حق" کی تعریف درج ذیل ہے:

امتیازی استحقاق، مطالبہ، اختیارات اور مراعات میں سے کوئی ایک یا ان میں سے متعدد کا مجموعہ حق کہلاتا ہے، بشرطیکہ وہ ایسی کیفیت میں ہو کہ وہ اپنے حقوق ہولڈر کو چھ افعال (عمومی قانون سے استثناء، تمیز، کسی کام کا جواز، کسی نقصان سے تحفظ، کسی چیز کی فراہمی یا کسی کام کی انجام دہی) میں سے کوئی ایک یا متعدد افعال عطاء کرے۔

قانونی اور شرعی تعریفات کا باہمی تقابل:

ماقبل میں شرعی اور جدید قانون دانوں کے حوالے سے "حق" کی حقیقت اور تعریف سے متعلق تفصیلات ذکر کرنے سے ایک تو اس بات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ جدید مغربی قانون دانوں اور اہلِ علم نے "حق" سے متعلق جتنی منضبط تحقیق کی ہے اور اس کے ایک ایک پہلو کو جس وضاحت کے ساتھ آشکارا کیا ہے، افسوس کے ساتھ کہنا پڑرہا ہے کہ معاصر مسلمان فقہاء اور اہلِ علم نے اس عظیم اور اہمیت کے حامل موضوع کو عصری سانچے میں ڈھالنے اور اس کی قانونی تطبیق و تنفیذ پر کماحقہ توجہ نہیں دی ہے، جس کی وجہ سے مسلم اہل علم کی طرف سے اس موضوع پر دستیاب مواد جدید قانون میں دستیاب مواد کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ حالانکہ وحی پر مبنی تعلیمات کی روشنی میں ہم مسلمان حق کی ماہیت، حقوق اور مالکانِ حقوق کی تعیین وغیرہ مباحث بآسانی طے کرسکتے ہیں، جبکہ مغربی محققین اپنی بسیار جدوجہد اور تحقیق کے باوجود آفاقی حقوق کی تعیین اور اس کی ماہیت وحقیقت کی عصری تطبیق میں مضطرب دکھائی دیتے ہیں، جیسا کہ ماقبل میں Wenar کا یہ قول ذکر کیا تھا کہ انسانی حقوق کے حوالے سے حق کی ماہیت کی تطبیق کے سلسلے میں ابھی تک ہماری اجتماعی گرفت کمزور ہے۔ اور جیسا کہ Cole-Albäck نے اپنے مقالے میں اس پہلو پر تفصیل سے گفتگو کی ہے کہ حقوقِ اطفال کو "حقوق" کے زمرے میں داخل کرنے کے لئے مغربی مفکرین کو کس قدر

دشوریاں اٹھانی پڑی ہیں اور اس کے لئے کس طرح کی تاویلیں کی گئی ہیں اور اس کے نتیجے میں کس طرح کے دسیوں نظریئے وجود میں آئے ہیں۔[77]

اس کے برعکس مسلمانوں کے پاس ایک آفاقی شریعت ہے، جس کے مسلمہ اصول وضوابط ہیں اور ان اصول وضوابط کی عصری تطبیق کے لئے بھی رہنمائی کرنے والے قواعد موجود ہیں، اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلم مفکرین اور اہلِ علم اس پہلو پر کام کر کے دنیا کے سامنے اسلام میں حقوق کے تصور اور اسکی اہمیت اور آفاقیت واضح کر کے شریعت کی ابدی اصولوں کی بنیاد پر اس کی عصری تطبیق اور اس کے ممکنہ ثمرات واثرات سے دنیا کو آگاہ کریں۔

شرعی حوالے سے "حق" کی تعریف کے سلسلے میں ہم نے ماقبل میں ذکر کیا تھا کہ دورِ جدید کے فقیہ علامہ مصطفیٰ الزرقاء کی تعریف کو پسند کیا گیا ہے، کہ : حق ایک ایسا اختصاص ہے جس کے ذریعہ شریعت اختیار (Authority) یا مکلف کرنا (کسی کے کام پر مامور کرنا) طے کرتی ہے۔

اس تعریف میں ایک تو حق کے ماخذ (Source) کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، کہ حق وہ ہے جسے شریعت حق تسلیم کرتی ہو، دوسرے نمبر پر اس میں اختصاص کا تذکرہ ہے جسے ہم Privilege سے تعبیر کر سکتے ہیں، اس کے بعد اس حق پر مرتب ہونے والے اثر (اختیار، ذمہ داری) کا ذکر کیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے حق کی یہ تعریف حق کے تقریباً تمام ضروری عناصر کو جامع ہو گئی ہے۔

اس کے مقابلے میں جب ہم معاصر رائج قانونی نظریات کو دیکھتے ہیں تو ہمیں متعدد افعال والے نظریئے (several Functions Theory) میں بھی ایک طرف تقریبا "حق" کے تمام ممکنہ عناصر (Incidents/concepts) کا اجتماع نظر آتا ہے تو دوسری طرف "حق" کے ممکنہ مقاصد چھ افعال (Six Functions) کی رعایت بھی نظر آتی ہے۔

چونکہ معاصر قانونی نقطہ نگاہ سے حق کا اصل ماخذ خود قانون ہی ہے، اس لئے ان کے نزدیک حق صرف وہی ہے جسے قانون تسلیم کرے۔ جبکہ شریعت مطہرہ میں حق کا اصل ماخذ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت ہے۔ اس لئے کچھ حقوق ایسے ہیں جنہیں شریعت حق تسلیم کرتی ہے، جبکہ قانون انہیں حق تسلیم نہیں کرتا،

[77] see Cole-Albäck, A. (2014). *The nature and function of rights: from Hohfeld (1913) to Wenar (2013).* PowerPoint presentation CREC Learning Circle, Birmingham 14 October 2014.

جیسا کہ حقوق اللہ، عبادات، اخلاقی اقدار وغیرہ۔ جبکہ اس کے برعکس کچھ حقوق ایسے بھی ہیں جنہیں قانون تسلیم کرتا ہے، جبکہ شریعت انہیں معتبر نہیں مانتی، جیسا کہ قرضے کی رقم پر سود وغیرہ۔ لہذا منطقی اعتبار سے ان کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے یعنی کچھ حقوق ایسے ہیں جنہیں شریعت اور قانون دونوں معتبر جانتے ہیں، جبکہ کچھ حقوق ایسے ہیں جو صرف شرعی نقطہ نظر سے حق ہے قانونی نقطہ نظر سے نہیں، اس کے برعکس کچھ حقوق قانون کی نظر میں حق ہیں شریعت کی نظر میں نہیں۔

خلاصہ:

اصل کلامِ عرب میں "حق" کا معنی ہے: ثابت شدہ چیز، اس کے بعد اس لفظ کے استعمال میں توسع کرکے اسے متعدد ایسی جگہوں میں استعمال کیا گیا جہاں ثابت ہونے کے معنیٰ پائے جاتے تھے۔ قرآنِ کریم اور احادیث مطہرہ میں بھی یہ لفظ اسی معنی اور اس کے قریب دوسرے معنوں میں بکثرت استعمال ہونے لگا ہے۔ قدیم فقہاء اور اہلِ علم نے بھی اپنی کتابوں میں عام طور پر اس لفظ کو اسی لغوی معنیٰ میں استعمال کیا ہے، اور مشہور ہونے کی وجہ سے اسکی اصطلاحی لگی بندھی تعریف نہیں کی ہے۔ تاہم مذاہبِ اربعہ کے بعض قدیم اہلِ علم کی طرف سے بھی اس کی اصطلاحی تعریف اور اس کا حقیقی تصور واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جن میں علامہ مروزی شافعی کی کی ہوئی تعریف (کہ: شرعی طور پر ثابت شدہ ایک ایسا اختصاص جس کا اظہار ان صورتوں میں ہوتا ہے جس کے لئے اس اختصاص کا ارادہ کیا جاتا ہے) کو زیادہ پسند کیا گیا ہے۔ جبکہ اس کے مقابلے میں جدید اور معاصر اہل علم کی طرف سے حق کے دسیوں تعریفات پیش کی گئی ہیں جن میں مختلف جہتوں سے تفاوت پایا جاتا ہے۔ ان تعریفات میں سے سب زیادہ علامہ زرقاء کی کی ہوئی تعریف (کہ: حق ایک ایسا اختصاص ہے جس کے ذریعہ شریعت اختیار (Authority) یا مکلف کرنا طے کرتی ہے۔) کو پسند کیا گیا ہے۔ اس کے مقابلے میں جب ہم مغربی قانون کے ماہرین کے ہاں اس امر کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں اس سلسلے میں ان کے ہاں چار مشہور نظریات ملتے ہیں۔ جن میں سے زیادہ راجح (*The Several Functions Theory*) کے نظریئے کو قرار دیا گیا ہے۔ جبکہ بعض حضرات نے مختلف تعریفات میں تطبیق کے لئے تکثیریت قانونی (Legal Pluralism) کا نظریہ بھی پیش کیا ہے۔ ان تمام مباحث کا جائزہ لینے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ شریعت مطہرہ میں حق کا ایک واضح تصور موجود ہے، حق ثابت کرنے والے اتھارٹی بھی بذات خود شریعت مطہرہ ہے، واضح طور پر اصحاب حقوق کی تعیین بھی کی گئی ہے۔ جبکہ اس کے مقابلے میں مغربی قانون دان بسیار کوششوں کے بعد بھی کسی حتمی نتیجے پر نہیں پہنچ سکے ہیں جس کا اعتراف اس موضوع پر کام کرنے والے مغربی مفکرین نے بذات خود کیا ہے، جس کی تفصیلات مقالہ ہذا میں گزر چکی ہیں۔